

اَنَا الْعَاقِبُ الْعَاقِبُ الَّذِي النَّسْرُ يَعْبُدُنِي

فتح باب ثبوت نبوت
مقام در ثبوت نبوت

فَدَلَالِيَا جَمْعُ ثُبُوتٍ كَمَا تَرَجَّاهُ

الْعَاقِبُ

سوال المرقم ۱۳۳۲ // ستمبر ۲۰۱۱ء

پیش کشیت: مکتبہ اسلامیہ خورشید شاہ

نمبر ۱

ستمبر 2011

سوال رقم 4177

اَنَا الْعَاقِبُ وَالْحَقُّ الَّذِي لَيْسَ رَعْبُكَ ذِي

نام: محمد عارف صاحب حق لکھنؤ
 پتہ: کلاں، ضلع ملتان، پاکستان
 موضوع: فقہ اسلامی، فقہ حنفی

فدایان ختم نبوت پاکستان کا ترجمان
الحاقب
 لاہور

مخدوم حسین
 رضوی

مجلد 4
 شماره 7
 قیمت 20 روپے

سالانہ 300 روپے

جامع مسجد
 رحمة للعالمین

مدینہ کالونی
 نزد گورنمنٹ میڈیسی سٹاپ
 متصل شیل پٹرول پمپ

ملتان روڈ لاہور

0321-4370406
 0300-4627470



ایک شخص نے ایک خط لکھ کر اسے ایک شخص کے ہاتھ میں ڈالا۔



ایک شخص نے ایک خط لکھ کر اسے ایک شخص کے ہاتھ میں ڈالا۔



ایک شخص نے ایک خط لکھ کر اسے ایک شخص کے ہاتھ میں ڈالا۔



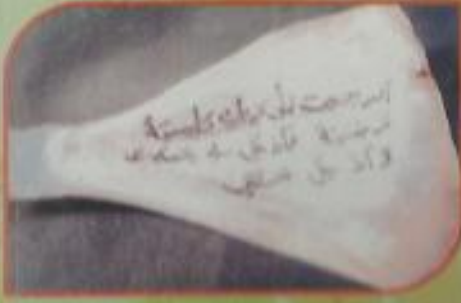
ایک شخص نے ایک خط لکھ کر اسے ایک شخص کے ہاتھ میں ڈالا۔



ایک شخص نے ایک خط لکھ کر اسے ایک شخص کے ہاتھ میں ڈالا۔



ایک شخص نے ایک خط لکھ کر اسے ایک شخص کے ہاتھ میں ڈالا۔



ایک شخص نے ایک خط لکھ کر اسے ایک شخص کے ہاتھ میں ڈالا۔



ایک شخص نے ایک خط لکھ کر اسے ایک شخص کے ہاتھ میں ڈالا۔

اکارِیں

مدیر

1 ستمبر 1974 کی فتح عظیم

الحمد للہ اکابر اہلسنت نے عقیدہ ختم نبوت و ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے پاکستان کی قومی اسمبلی کے اندر و باہر دونوں محاذ پر بھرپور جنگ لڑی۔ 1974ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں اکابر اہلسنت خصوصاً قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی ؒ نے نہ صرف عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے قائدانہ کردار ادا کیا بلکہ منصب ختم نبوت کے منکرین اور لیبروں قادیانیوں / سرزانیوں کو قانونی تکمیل ڈالنے کے لیے قومی اسمبلی میں باقاعدہ تحریک پیش کی۔ قومی اسمبلی میں ہی علامہ شاہ احمد نورانی کے شانہ بشانہ دیگر عمائدین اہلسنت مولانا عبد المصطفیٰ ازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہم نے اور اسمبلی سے باہر تمام اکابر اہلسنت نے پورے ملک میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے عوام و خواص کو بیدار کیا اور تحریک تحفظ ختم نبوت 1974ء میں جان ڈال دی۔

چنانچہ گمر (سابقہ بوہ) میں قادیانیوں کی کھلے عام بد معاشی اور مسلمان طلباء پر بھیمانہ تشدد کے خلاف جب ملک بھر میں صدائے احتجاج بلند ہوئی اور قادیانیوں کو دستور میں کافر قرار دینے کا مطالبہ دن بدن زور پکڑنے لگا تو اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اسمبلی کے طور پر 12 جون 1974 کو اس حوالے سے ایک بے رہدہ فیصلہ کی اور اس مطالبے کو دفع کر دینے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔

فہرست

- | | | |
|---|---|---|
| <p>7 ستمبر 1974ء کو وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کی جانب سے قومی اسمبلی میں کی گئی تقریر پر مبنی</p> <p>علامہ سید محمد رضا رضوی</p> <p>11</p> | <p>عید کا شرعی پروگرام</p> <p>علامہ سید محمد رضا رضوی</p> <p>8</p> | <p>اکارِیں</p> <p>علامہ سید محمد رضا رضوی</p> <p>3</p> |
| <p>انگریزوں کے حامی و مخالف علماء کا بیان</p> <p>علامہ سید محمد رضا رضوی</p> <p>51</p> | <p>قلمت پاکستان کی جانب سے "قانون قتلہ" موس رسالت (295.C) کے متعلق تازہ ترین فیصلہ</p> <p>وزارت قانون</p> <p>20</p> | <p>فیض ختم نبوت کا مہجور عام ہو</p> <p>سید عارف محمد گورکھ رضوی</p> <p>18</p> |

بنگلہ دیشی آئین میں لفظ "اللہ" نکالنے پر ہنگامے

63

سلیمان احمد معاشی

دجال قادیانیں 59

مرزا قادیانی کے نام نہاد روزے

ابو عمر مصری

نوٹ: مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں

بالآخر 30 جون 1974ء کو خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ عبدالحلیم صدیقی میرٹھی رحمہ اللہ کے تحت جگر قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی۔ اس حوالے سے بھٹو صاحب کے تاثرات کے حوالے سے علامہ نورانی فرماتے تھے کہ ”قرار داد پیش کیے جانے پر بھٹو مجھ سے خفاء تھے۔ ان کا موقف تھا کہ میں نے ان کے لیے خواہ مخواہ ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ ایک مصیبت کھڑی کر دی ہے۔۔۔۔۔۔ ان کا کہنا تھا کہ قومی اسمبلی کو قومی اسمبلی رہنے دیجئے کیا۔ اب اسمبلی میں مجلس مناظرہ منعقد ہوگی۔۔۔۔۔۔ اس معاملے کو اسمبلی میں لانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ سب مذہبی جنونی باتیں ہیں۔“

بھٹو حکومت نے ہر تاخیری حربہ استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن وہ مسلمان کا جذبہ ایمانی مدہم نہ کر سکے۔ آخر کار انہوں نے پوری قومی اسمبلی کو ایک کمیٹی میں تبدیل کر دیا اور ساتھ ہی ایک رہبر کمیٹی بھی تشکیل دی۔ اس کمیٹی (اراکین قومی اسمبلی) کے سامنے قادیانیوں / امرزانیوں کے ربوائی گروپ کے سربراہ مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کے سربراہ مرزا صدر الدین بھی پیش ہوئے اور اپنا اپنا موقف مکمل آزادی سے پیش کیا۔ اراکین اسمبلی نے ان بیانات پر اس قدر زبردست جرح کی مرزا ناصر اذن تک 42 گھنٹے اور مرزا صدر الدین 2 دن تک 7 گھنٹے رہبر کمیٹی کے سوالات کا جواب دیتے رہے اور بالآخر اپنی منافقت ازلی اور کفر خالص تمام اراکین اسمبلی پر واضح کاف کر کے ہی لوٹے۔

اراکین اسمبلی کے ایمانی جذبات کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی طرف سے تقریباً 2 ہزار سے زائد سوالات دوران جرح پوچھنے کے لیے پیش کیے گئے جن میں سے رہبر کمیٹی نے تکرار اور عمومی نوعیت کے سوالات کو حذف کر کے تقریباً 150 سوالات کو باقی رکھا اور ان میں سے بھی تقریباً 75 سوالات علامہ نورانی اور ان کے قابل قدر سنی علماء کی طرف سے ہوئے تھے۔

اب اراکین اسمبلی تو مرزانیوں کے کفر پر آگاہ و متفق ہو چکے تھے لیکن لیڈر آف دی ہاؤس یعنی وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو آمادہ نہیں ہو رہے تھے۔ بقول علامہ نورانی ”بھٹو صاحب آخر وقت تک راضی نہیں ہو رہے تھے۔ کبھی اعتراض یہ تھا کہ لفظ قادیانی نہیں آتا چاہیے کبھی مرزا غلام احمد (قادیانی) کے نام پر اعتراض۔“

6 ستمبر 1974ء کی رات 11 بجے تک اس حوالے سے قائدین کی بھٹو صاحب سے طویل بحث و تمحیص ہوتی رہی اور آخر کار بھٹو نے مرزانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے آئین میں ترمیم کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ علامہ نورانی کے بقول بھٹو کا کہنا تھا کہ ”اس قرارداد کے منظور ہونے سے پاکستان پیپلز پارٹی کی بہت بدنامی ہوگی۔۔۔۔۔۔ آخر کار بھٹو بہت مشکل سے قائل ہوئے۔“

علامہ نورانی ہی کے بقول ”بھٹو انتہائی زیرک“ مجھے ہوئے سیاستدان اور ذہین وزیراعظم تھے۔“ ”اگر بھٹو قرارداد کی مخالفت کرتے تو ہم کبھی کامیاب نہ ہوتے۔“ پیپلز پارٹی کے جے اے رحیم اور شیخ رشید نے ہر موقع پر (اس قرارداد کی) خوب مخالفت کی لیکن بھٹو نے ان کی مخالفت کو کوئی اہمیت نہ دی۔“

الحمد للہ آخر کار 7 ستمبر 1974ء بروز ہفتہ شام 4:40 پر قومی اسمبلی کے اجلاس میں بعد از تلاوت مرکزی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے حوالے سے آئین میں ترمیم کا بل پیش کر دیا۔ ترمیمی بل پڑھنے اور ایوان کے روبرو پیش کرنے میں 13 منٹ صرف ہوئے 4:53 پر یہ بل پہلے مرحلے سے گزر چکا تھا۔ 4:56 پر وفاقی وزیر قانون کو پیٹیکر نے بل پر تقریر کی دعوت دی۔ اس کے بعد 5:05 پر پیٹیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خاں نے قائد ایوان ذوالفقار علی بھٹو کو ظہار خیال کی دعوت دی بھٹو نے تقریباً 26 منٹ تک تقریر کی۔ (جسے ہم ماہنامہ العاقب کے پیش نظر شمارے میں شائع کر رہے ہیں)۔ اس کے بعد 5:31 پر دو ٹک شروع ہوئی اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی حمایت میں 130 ووٹ جبکہ مخالفت میں کوئی ووٹ نہیں آیا۔ یوں ایوان زیریں (قومی اسمبلی) سے اس بل کو ایوان بالا (سینٹ) میں منظوری کے لیے بھیج دیا گیا۔

سینٹ میں اسی روز ہی 7:45 پر کارروائی کا آغاز ہوا۔ 7:50 پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا قومی اسمبلی سے پاس شدہ بل سینٹ میں پیش کر دیا گیا۔ 8:04 پر رائے شماری (ووٹنگ) کا آغاز ہوا اور وزیراعظم سینٹ حبیب اللہ خاں نے اعلان کیا کہ آئین میں ترمیم کا یہ بل 21 ووٹوں سے بالاتفاق منظور کیا جاتا ہے۔ (یعنی سینٹ میں بھی کوئی ووٹ مخالفت میں نہیں آیا) یوں 7 ستمبر 1974ء کو شام 4:40 سے رات 8:04 کے درمیان فقہ مرزائیت / قادیانیت کا سرکھل دیا گیا لیکن یاد رہے کہ ارتداد کی شرعی سزا کے نفاذ تک

اب یہ فتنہ ذمی ساپ کی طرح پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

قائد ایمان کی حیثیت سے بھٹو نے جو خدمات سرانجام دیں ان کے متعلق قائد تحریک ختم نبوت علامہ شاہ محمد نورانی فرماتے تھے کہ ”قادیانیت کے سلسلے میں جو کام بھٹو نے کیا موجودہ حکمران (ضیاء الحق) قادیانیوں کے خلاف آرڈیننس کے نفاذ کے باوجود اس کا عشرِ عشر نہیں کر سکے۔“ موجودہ شمارے میں ذوالفقار علی بھٹو کی قومی اسمبلی میں کی گئی تقریر کو بھی اسی تناظر میں پڑھا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا نہ کہ کسی کی قصیدہ خوانی کے ضمن میں۔

اس تحریک کے دوران 33 مجاہدین ختم نبوت شہید ہوئے ہزاروں جاں نثاران ختم نبوت پر مقدمات قائم کیے گئے اور سینکڑوں فدا یان ختم نبوت کو گرفتار کیا گیا لیکن بالآخر اہل اسلام کو اللہ رب العزت نے فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا۔

اللہ رب العزت نبی کریم ﷺ کے طفیل اس اہم ترین محاذ پر اپنا اپنا فریضہ سرانجام دینے والوں کو اپنی شان کرم کے مطابق خوب خوب جزا عطا فرمائے اور ہم سب کو ناموس رسالت ﷺ کی پہرہ داری کے لیے قبول فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ

قارئین کرام کے لیے جو تجویزی

ان شاء اللہ محرم الحرام 1433ھ / 2012ء سے آپ کے محبوب جریدے ماہنامہ ”العقاب“ کی پانچویں جلد کا آغاز ہونے والا ہے۔ فدا یان ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر اور ہمارے مخدوم شیخ الحدیث والظہیر یادگار اسلاف حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطول حیات کی ماہنامہ العقاب کے حوالے سے شروع ہی سے ہمیں بہت سخت ہدایات رہی ہیں کہ اس رسالے میں زیادہ سے زیادہ کشش و نگار پیدا کرنے کے لیے موجود تمام وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے بہتر سے بہترین کی جانب گامزن رہنا ہے اور ترقی کا یہ سفر ہرگز رکنا نہیں چاہیے۔

اللہ اللہ ہماری پوری ٹیم نے اپنے امیر محترم کی اس ہدایت پر اللہ رب العزت اور نبی کریم ﷺ کے خصوصی

اعمال و کرم سے حتی الامکان عمل پیرا ہونے کی کوشش کی ہے۔ بشری تقاضوں کے سبب بعض اوقات جب یہ ان کے کسی گوشے میں آتا ہے کہ حضرت استاد کرم از خود کسی مضمون، ٹائٹل یا انداز اشاعت کی تحسین فرمائیں اور بعض اوقات ایسا ہو بھی جائے تو آپ کا اگلا جملہ یہی ہوتا ہے کہ ”اب اسی پر اکتفاء نہیں کر لینا بلکہ اس سے بھی مزید اچھا کام کرنا ہے۔“

اس یہی ایک جملہ یا حکم ہے جو ماہنامہ العقاب کی تیاری اشاعت اور تقسیم کے مرحلے میں ہمارے پیش نظر رہتا ہے۔ اسی کے تحت قارئین نے بھی محسوس کیا ہوگا کہ الحمد للہ اس جریدے میں وقتاً فوقتاً کچھ جزوی تبدیلیاں کر کے انسانی بساط کے مطابق معیار کو بہتر بنانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔

ماہنامہ ”العقاب“ کی اشاعت کے روز اول سے آج تک ہم نے قارئین کی مثبت تنقید اور رائے کا ہمیشہ اہم قدم کیا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ جن امور میں واقعہ ہماری دانست میں آپ کی بیان کردہ کوئی کمی کوتاہی یا کجی آجائے تو اس کے ہر ممکن ازالہ کی بھی بھرپور کوشش کی ہے۔ لہذا یہی کے علاوہ یقیناً قارئین کی ماہنامہ العقاب سے محبت کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

ہر ایک قارئین کو یہ جان کر انتہائی خوشی ہوگی کہ ماہنامہ العقاب کے صفحات بڑھانے کے حوالے سے اُن کی دیرینہ خواہش اب پایہ تکمیل ہے۔ ان شاء اللہ العزیز محرم الحرام 1433ھ / جنوری 2012ء یعنی پانچویں جلد کی ابتداء سے ماہنامہ العقاب 80 صفحات پر مشتمل ہوگا نیز اشاعتی معیار کو بھی مزید بہتر بنا کر اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنا مقصود و مستحکم کیا جائے گا۔ وما بتوفیق الا باللہ

اس حوالے سے ہماری طرف سے اپنے تمام قارئین کو کھلے دل و دماغ سے دعوت ہے کہ وہ اپنے اس محبوب رسالے کی مزید بہتری کے لیے جس طرح کی بھی ترمیم و توسیع چاہتے ہیں نومبر 2011ء تک ہمیں اپنی قیمتی آراء و نقطہ مشوروں سے ضرور سرفراز فرمائیں۔ ان شاء اللہ جن پر عمل ممکن ہو اُن پر ضرور بالضرور عمل بھی کیا جائے گا۔ اگر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کا ہمارا ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔





عید کا چاند:

جب آپ کو عید کا چاند نظر آئے تو پہلے تین بار اللہ اکبر کہیے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھیے: **اللھم اھلھ بالاسمان والایمان والاسلامه ولسلام ربی وربک اللھ** ترجمہ: "اے اللہ! اس چاند کو ہم پر اس طرح طالع رکھ کہ ہم آفات نفس اور حوادث دہر سے امن و امان میں رہیں اور سلامتی ایمان و قلب اور پابندی احکام الہی کے ساتھ زندہ رہیں۔ اے چاند تجھ کو جو دے عدم میں لا کر زندہ رکھنے والا صرف اللہ ہے۔"

چاند دیکھنے کے بعد مغرب کی نماز اسی جذبہ اور اخلاص کے ساتھ ادا کیجئے جس طرح رمضان المبارک میں ادا کرتے تھے۔ پھر عشاء کی نماز پڑھ کر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہوئے سو جائیے۔ صبح اٹھیں اور فجر کی نماز جماعت ادا کیجئے۔

عید کی سنتیں:

عید کے دن غسل کرنا، مسواک کرنا، عمدہ قسم کی خوشبو لگانا، نفیس ترین کپڑے پہننا، عید کو پایادو جانا، ایک راستے سے جانا دوسرے سے واپس آنا اور عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کوئی شیخی چیز کھانا سنت ہے۔

عید کے دن صدقہ کی کثرت کرنا، اعزاء و اقرباء و دوست و احباب سے ملنا، مبارکباد دینا، خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا، مصافحہ کرنا اور راستہ میں **اللھ اکبر اللھ اکبر لا الھ الا اللھ واللھ اکبر** اور اللہ اکبر وللہ الحمد کا آہستہ پڑھا مستحب ہے۔ جمعہ و عیدین دونوں کی صحت اور ادا ہنگی کی شرطیں ایک ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور نماز جمعہ سے قبل پڑھا جاتا ہے جبکہ عید کا خطبہ سنت ہے اور نماز جمعہ کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ عید کا خطبہ تمام نمازیوں کو اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر سننا چاہیے اور جن کو خطبہ کی آواز نہ پہنچے وہ بھی خاموش بیٹھے رہیں۔ ان کو بھی خطبہ کا ثواب مل جائے گا۔

فائدہ: نماز عید واجب ہے اور اس کا حکم 1 ہجری میں جاری ہوا تھا۔

عید کی تاریخ: عید الفطر نماز کا طالع بالغ، مقیم اور سدرست پر شہر میں واجب ہے۔ گاؤں میں جمعہ اور عید کی نمازیں جائز نہیں۔ گاؤں میں پہلی شبہ جو شہر کا حکم رکھتے ہیں ان میں جمعہ و عیدین دونوں جائز ہیں۔

نماز عید کے پانچ حصے کا طریقہ:

دوسری رکعت واجب عید الفطر کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ پھر سب حائک **اللھم** پڑھیں۔ پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر باندھ لے۔ یعنی پہلی تکبیر میں ہاتھ باندھ لے، اس کے بعد دو تکبیروں میں ہاتھ اٹھانے کا پھر چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھ لے۔ اس کو یوں یاد رکھیے کہ جہاں تکبیر کے بعد کچھ پڑھتا ہے وہاں ہاتھ باندھ لے جائیں اور جہاں ہاتھ اٹھائے وہاں ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ پھر امام اعوذ اور بسم اللہ آہستہ پڑھ کر ہجر کے ساتھ الحمد شریف اور کوئی سورۃ پڑھیں۔ پھر رکوع کیا جائے۔

دوسری رکعت میں پہلے الحمد شریف اور سورۃ پڑھیں۔ پھر تین بار کان تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ باندھ لے اور پہلی بار اللہ اکبر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ عید میں زائد تکبیریں چھ ہوں گیں۔ تین رکعتیں، آیت قرأت سے پہلے، تکبیر تحریمہ کے بعد اور تین دوسری رکعت میں قرأت کے بعد، تکبیر رکوع سے پہلے۔ ان چھ تکبیروں میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے اور ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تسبیح کے برابر سنتے کیا جائے۔

صدقہ فطر:

تمام اہل مسلمان پر جو حاجت اصلہ سے فاضل (زائد) نصاب کے برابر مال کا مالک ہے اپنی طرف سے اور اپنے مال کی طرف سے جن کا مال و نفقہ اس کے ذمہ ہے (صدقہ فطر) دینا واجب ہے۔
 1. صدقہ فطر کی مقدار 2 سیر تین چھٹا تک گندم کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ 1 اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے۔
 2. مالک اور بھون مالک نصاب پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ ان کا سر پرست ان کے مال سے ادا کرے 3. صدقہ فطر ادا کرے 4. عورت مالک نصاب ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

ہے ⑥ جس نے روزہ نہ رکھایا جو بوجہ بیماری روزہ نہ رکھ سکے ان پر بھی صدقہ فطر واجب ہے ⑥ عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے ⑦ نماز عید سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا مستحب ہے ⑧ روز عید سے پہلے بھی صدقہ فطر دے سکتے ہیں۔

شوال کے روزے:

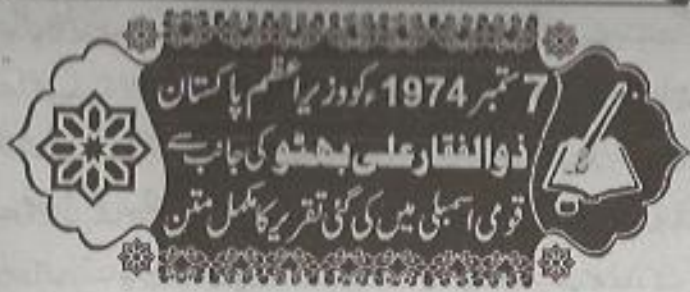
ماہ شوال میں چھ روزے رکھے جاتے ہیں جن کو لوگ شش عید کے روزے کہتے ہیں۔ ان روزوں کے متعلق سرور کائنات اہل موجودات ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے۔ پھر اُس کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (معجم اوسط)

بہتر یہ ہے کہ یہ روزے (الگ، الگ) متفرق رکھے جائیں اور عید کے بعد لگاتار چھ دن میں ایک ساتھ رکھ لیے پھر بھی حرج نہیں۔

﴿شہد کی مکھی اور قدرت کے نظارے﴾

شہد کی مکھیوں کو خدا تعالیٰ کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ وہ پہاڑوں میں درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائیں۔ اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھئے کہ یہ پھلوں کے پھولوں کے اور گھاس پات کے رس چوستی پھرتی ہے اور جہاں چاہے جاتی ہے لیکن واپس لوٹتے وقت سیدھی اپنے چھتے میں پہنچتی ہے۔ چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو چاہے بیابان کے درخت ہوں چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنسان کھنڈر ہوں یہ نہ راستہ بھولتی ہے نہ بھٹکتی ہے۔ خواہ کتنی ہی دُور نکل جائے لوٹ کر واپس اپنے چھتے میں اپنے بچوں، انڈوں اور شہد میں پہنچ جاتی ہے۔

﴿تفسیر ابن کثیر، جلد: 3، صفحہ: 128﴾



جناب اسپیکر!

میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلے پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلہ خیال کیا ہے جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقہ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے یہ ایک قومی فیصلہ ہے یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلے کی تحسین کی مستحق قرار پائے۔ نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلے کی تعریف و تحسین کا حق دار بنے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ مشکل فیصلہ بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل فیصلہ جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا تھا۔

یہ ایک پرانا مسئلہ ہے، نوے سال پرانا مسئلہ ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ اس سے ہمارے معاشرے میں تنگیوں اور تفرقے پیدا ہوئے لیکن آج کے دن تک اس مسئلے کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جاسکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ماضی میں بھی پیدا ہوا تھا، ایک بار نہیں بلکہ کئی بار۔ ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں اس مسئلے پر جس طرح قابو پایا گیا تھا، اسی طرح اب کی بار بھی دیسے ہی اقدامات سے اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے اس سے پہلے کیا کچھ کیا گیا لیکن مجھے معلوم ہے کہ 1953ء میں کیا ہوا تھا۔ 1953ء میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا جو اس مسئلے کا حل نہیں۔

اگر کچھ صاحبان عقل و فہم حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر تشدد کر کے اس مسئلے کو حل کیا جائے، عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کو کچل دیا جائے تو شاید اس صورت میں ایک عارضی حل نکل آتا، لیکن یہ مسئلہ کا صحیح اور درست حل نہ ہوتا۔ مسئلہ دب تو جاتا اور پس منظر میں چلا جاتا لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا۔

ہماری موجودہ سیاسی کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس مسئلے کا مستقل حل تلاش کیا جائے اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم

نے صحیح اور درست حل تلاش کرنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ درست ہے کہ لوگوں کے جذبات مشتعل ہوئے، غیر معمولی احساسات ابھرے۔ قانون اور امن کا مسئلہ بھی پیدا ہوا۔ جائیداد اور جانوں کا اطلاق ہوا۔ پریشانی کے لمحات بھی آئے۔ تمام قوم گذشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی اور اس پر کشش اور تنہم ورجا کے عالم میں رہی۔ طرح طرح کی افواہیں کثرت سے پھیلائی گئیں اور تقریری کی گئیں، مجبوروں اور گلیوں میں بھی تقریروں کا سلسلہ جاری رہا۔

میں یہاں اور اس وقت یہ دہرانا نہیں چاہتا کہ 22 اور 29 مئی کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلے کی وجوہات کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ یہ مسئلہ کس طرح رونما ہوا اور کس طرح اس نے جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرے لئے اس وقت یہ مناسب نہیں کہ موجودہ معاملات کی تہہ تک جلاؤں لیکن میں اجازت چاہتا کہ اس معزز ایوان کی توجہ اس تقریر کی طرف دلاؤں جو میں نے قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے 13 جون کو کی تھی۔

اس تقریر میں، میں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ پاکستان مسلمانوں کے لیے وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کر لیا جاتا جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علت غائی اور اس کے تصور کو بھی ٹھیس گھٹنے کا اندیشہ تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا۔ اس لیے میری حکومت کے لیے یا ایک فرد کی حیثیت میں میرے لیے مناسب نہ تھا کہ اس پر 13 جون کو کوئی فیصلہ کر دیا جاتا۔

لاہور میں مجھے کئی ایک ایسے لوگ ملے جو اس مسئلے کے باعث مشتعل تھے۔ وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی ابھی ابھی اور یہیں وہ اعلان کیوں نہیں کر دیتے جو کہ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ یہ اعلان کر دیں تو اس سے آپ کی حکومت کو بڑی داد و تحسین ملے گی اور آپ کو ایک فرد کے طور پر نہایت شاندار شہرت اور ناموری حاصل ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوا دیا تو آپ اپنی زندگی کے ایک سنہری موقع سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ یہ ایک انتہائی وحیدہ اور مبہم مسئلہ ہے جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو نوے سال سے پریشان کر رکھا ہے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے بھی پریشانی کا باعث بنا ہے۔

میرے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور کوئی فیصلہ کر دیتا۔ میں نے ان اصحاب سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت کو بحال اور قائم کیا ہے۔ پاکستان کی ایک قومی اسمبلی موجود ہے جو ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔

میری ناچیز رائے میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے قومی اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے اور اکثریتی پارٹی کے رہنما ہونے کی حیثیت سے میں قومی اسمبلی کے ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس مسئلے کے حل کو قومی اسمبلی کے ممبروں کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں اور ان میں میری پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے ممبر میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ جہاں میں نے کئی ایک مواقع پر انہیں بلا کر اپنی پارٹی کے موقف سے آگاہ کیا، وہاں اس مسئلے پر میں نے اپنی پارٹی کے ایک ممبر پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ سوائے ایک موقع کے جبکہ اس مسئلے پر کھلی بحث ہوئی تھی۔

جناب اسپیکر!

میں آپ کو یہ بتانا مناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلے کے باعث اکثریت پریشان رہا اور راتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔ اس مسئلے پر جو فیصلہ ہوا ہے میں اس کے نتائج سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھے اس فیصلے کے سیاسی اور معاشی رد عمل اور اس کی وحیدہ گیوں کا علم ہے جس کا اثر مملکت کے تحفظ پر ہو سکتا ہے۔

یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لیے ایک علیحدہ مملکت چاہتے تھے۔ اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلے کو جمہوری طریقے سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لیے اولین اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارا دوسرا اصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری پالیسی ہے چنانچہ ہمارے لیے فقط یہی درست راستہ تھا کہ ہم اس مسئلے کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کرتے۔ اس کے ساتھ ہی میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اصول کی بھی پوری طرح سے پابندی کریں گے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہو۔ ہم سوشلسٹ اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے اس فیصلے میں ہم نے اپنے کسی بھی اصول سے انحراف نہیں کیا۔ ہم اپنی پارٹی کے تین اصولوں پر مکمل طور سے پابند رہے ہیں۔ میں نے کئی بار کہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اور اعلیٰ ترین اصول، سماجی انصاف کے خلاف نہیں اور سوشلزم کے ذریعے معاشی استحصال کو ختم کرنے کے بھی خلاف نہیں ہیں۔

یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ہم دور جدید میں رہتے بستے ہیں۔ ہمارا آئین کسی مذہب و ملت کے خلاف نہیں بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر و

اعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کر سکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس امر کی ضمانت دی گئی ہے۔ میری حکومت کے لیے اب یہ بات اہم ہو گئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی اور مقدس اسلامی فرض ہے۔

جناب اسپیکر!

میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے باہر کے ہر شخص کو بتادینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر ادا کیا جائے گا۔ اس مسئلے میں کسی شخص کے ذہن میں شبہ نہیں رہنا چاہیے۔ ہم کسی قسم کی غارت گری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستانی طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔

جناب اسپیکر!

گذشتہ تین مہینوں کے دوران اور اس بڑے بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ کئی لوگوں کو جیل میں بھیجا گیا اور چند اور اقدامات کئے گئے۔ یہ بھی ہمارا فرض تھا۔ ہم اس ملک پر بد نظمی کا اور نراجی عناصر کا غلبہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ جو ہمارے فرائض تھے ان کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔

اس موقع پر جبکہ تمام ایوان نے متفقہ طور سے ایک اہم فیصلہ کر لیا ہے آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے۔ اب جب کہ اس مسئلے کا باب بند ہو چکا ہے ہمارے لیے یہ ممکن ہو گا کہ ان سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ مناسب وقت کے اندر اندر کچھ ایسے افراد سے نرمی برتی جائے گی اور انہیں رہا کر دیا جائے گا جنہوں نے اس عرصے میں اشتعال انگیزی سے کام لیا یا کوئی اور مسئلہ پیدا کیا۔

جناب اسپیکر!

جیسا کہ میں نے کہا ہمیں امید کرنی چاہیے کہ ہم نے اس مسئلے کا باب بند کر دیا ہے۔ یہ میری کامیابی نہیں یہ حکومت کی بھی کامیابی نہیں یہ کامیابی پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے جس میں ہم بھی شریک ہیں۔ میں سارے ایوان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

مجھے احساس ہے کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر نہ کیا جاسکتا اگر تمام ایوان کی جانب سے اور اس میں تمام پارٹیوں کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا۔ آئین سازی کے موقع کے وقت بھی ہم میں تعاون اور سمجھوتے کا یہ جذبہ موجود تھا۔ آئین ہمارے ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اس آئین کے بنانے میں 27 برس صرف ہوئے اور وہ وقت پاکستان کی تاریخ

میں جو رہتی اور یادگار وقت تھا جب اس آئین کو تمام پارٹیوں نے قبول کیا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے اسے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ اسی جذبہ کے تحت ہم نے یہ مشکل فیصلہ بھی کر لیا ہے۔

جناب اسپیکر!

کیا معلوم کہ مستقبل میں زیادہ مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑے لیکن میری ناچیز رائے میں جب سے پاکستان وجود میں آیا یہ مسئلہ سب زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کل کو اس سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔ جن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن ماضی کو دیکھتے ہوئے اس مسئلے کے تاریخی پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرتے ہوئے میں پھر کہوں گا کہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا گھر گھر میں اس کا اثر تھا ہر دیہات میں اس کا اثر تھا اور ہر فرد پر اس کا اثر تھا۔ یہ مسئلہ سنگین تر ہوتا چلا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک خوفناک شکل اختیار کر گیا۔

ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہی تھا۔ ہمیں تلخ حقائق کا سامنا کرنا ہی تھا۔ ہم اس مسئلے کو ہائی کورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کر سکتے تھے یا اسلامی سیکرٹریٹ کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت اور حتیٰ کہ افراد بھی مسائل کو ٹالنا چاہتے ہیں اور انہیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں اور حاضرہ صورت حال سے بچنے کے لیے معمولی اقدامات کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے اس مسئلے کو اس انداز سے نبھانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم اس مسئلے کو ہمیشہ کے لیے حل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔

اس جذبے کے تحت قومی اسمبلی ایک کمیٹی کی صورت میں خفیہ اجلاس کرتی رہی۔ خفیہ اجلاس کرنے کے لیے کئی ایک وجوہات تھیں۔ اگر قومی اسمبلی خفیہ اجلاس نہ کرتی تو جناب اکیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام سچی باتیں اور حقائق ہمارے سامنے آسکتے تھے؟ اور لوگ اس طرح آزادی اور بغیر کسی جھجک کے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے تھے؟

اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہاں اخبارات کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگوں تک ان کی باتیں پہنچ رہی ہیں اور ان کی تقاریر اور بیانات کو اخبارات کے ذریعے شائع کر کے ان کا ریکارڈ رکھا جا رہا ہے تو اسمبلی کے ممبر اس اعتماد اور کھلے دل سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتے جیسا کہ انہوں نے خفیہ اجلاسوں میں کیا۔ ہمیں ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کا کافی عرصہ تک احترام کرنا چاہیے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ وہ وقت گزرنے کے ساتھ کوئی بات بھی خفیہ نہیں رہتی۔ لیکن ان باتوں کے اظہار کا ایک موزوں وقت ہے۔ چونکہ اسمبلی کی کارروائی خفیہ رہی ہے۔ ہم نے اسمبلی کے ہر ممبر کو اور ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جو ہمارے سامنے پیش ہوئے یہ یقین دلایا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس کو سیاسی یا کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے گا۔

میرے خیال میں یہ ایوان کے لیے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو ایک خاص وقت تک ظاہر نہ کرے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہمارے لیے ممکن ہوگا کہ ہم ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو آشکار کر دیں کیونکہ اس کے ریکارڈ کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ان خفیہ اجلاسوں کے ریکارڈ کو دفن ہی کر دیا جائے ہرگز نہیں! اگر میں یہ کہوں تو یہ ایک غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی۔ میں فقط یہ کہتا ہوں کہ اگر اس مسئلے کے باب کو ختم کرنے کے لیے اور ایک نیا باب کھولنے کے لیے نئی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے آگے بڑھنے کے لیے اور قومی مفاد کو محفوظ رکھنے کے لیے اور پاکستان کے حالات کو معمول پر رکھنے کے لیے اس مسئلے کی بابت ہی نہیں بلکہ دوسرے مسائل کی بابت بھی ہمیں ان امور کو خفیہ رکھنا ہوگا۔

میں ایوان پر یہ بات عیاں کر دینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کے حل کو دوسرے کئی مسائل پر تبادلہ خیال اور بات چیت اور مفاہمت کے لئے ٹیک شگون سمجھنا چاہیے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ یہ حل ہمارے لیے خوشی کا باعث ہے اور اب ہم آگے بڑھیں گے اور تمام نئے قومی مسائل کو مفاہمت اور سمجھوتے کے جذبے کے تحت طے کریں۔

جناب اسپیکر!

میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس معاملے کے بارے میں میرے جو احساسات تھے میں انہیں بیان کر چکا ہوں۔ میں ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے یہ ایک فیصلہ ہے جو ہمارے عقائد سے متعلق ہے اور یہ فیصلہ پورے ایوان اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے باہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کچھ فیصلہ کر سکتا اور میرے خیال میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اس مسئلے کو دوا می طور پر حل کرنے کے لیے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فیصلہ ہو سکتا تھا۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں۔ ہم یہ تو توقع بھی نہیں کر سکتے کہ اس مسئلے کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہو سکیں گے جو گذشتہ نوے سال سے حل نہیں ہو سکا۔ اگر یہ مسئلہ آسان ہوتا اور ہر ایک کو خوش رکھنا ممکن ہوتا تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہو گیا ہوتا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکا۔

1953ء میں بھی یہ ممکن نہیں ہو سکا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ 1953ء میں حل ہو چکا تھا وہ لوگ اصل صورت حال کا صحیح تجربہ نہیں کر سکے ہیں۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فیصلے پر نہایت ناخوش ہوں گے۔ اب میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کروں۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل المدتی مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کر لیا گیا ہے۔ آج یہ لوگ ناخوش ہوں گے

ان کو یہ فیصلہ پسند نہ ہوگا۔ ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہوگا۔ لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور مفروضے کے طور پر اپنے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہیے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہوا اور ان کو انسانی حقوق کی ضمانت حاصل ہوگی۔

مجھے یاد ہے جب حزب مخالف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی تو انہوں نے ان لوگوں کو مکمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے۔ ایوان اس یقین دہانی پر قائم ہے۔ یہ ہر پارٹی کا فرض ہے یہ حکومت کا فرض ہے حزب مخالف کا فرض ہے اور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کریں۔ اسلام کی تعلیم رواداری ہے۔ مسلمان رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسلام نے فقط رواداری کی تبلیغ ہی نہیں کی بلکہ تمام تاریخ میں اسلامی معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔

اسلامی معاشرے نے اس تیرہویں صدی کے زمانے میں یہودیوں کے ساتھ بہترین سلوک کیا جبکہ یہ سبائیت ان پر یوں میں ظلم کر رہی تھی اور یہودیوں نے سلطنت عثمانیہ میں آکر پناہ لی تھی۔ اگر یہودی دوسرے حکمران معاشرے سے بچ کر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے تو پھر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے۔ ہم مسلمان ہیں ہم پاکستانی ہیں اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ تمام فرقوں تمام لوگوں اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔

جناب اسپیکر صاحب! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ آپ کا شکریہ

﴿حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی وحی اور نبی کریم ﷺ کی اُمت کو تنبیہ﴾

حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دو کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات سے باز ہیں جن کے دل خواہشوں کے ہیر پھیر میں رہتے ہیں میں ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا ہوں۔ جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے اہل سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے اسے محروم کر دیتا ہوں۔

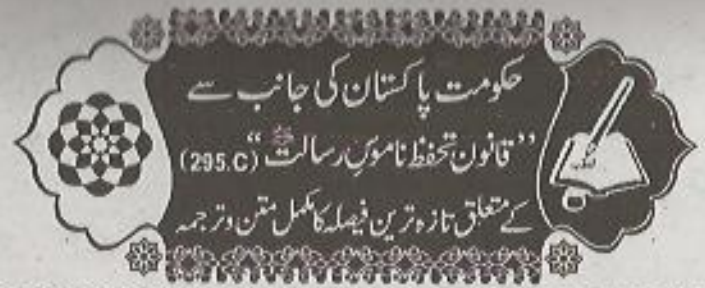
مسند احمد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت پر دو چیزوں کا بہت خوف ہے۔ ایک تو یہ کہ لوگ بھوت کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ بیٹھیں گے اور دوسرا یہ کہ منافق لوگ دنیا کو دکھانے کے لیے قرآن کے عامل بن کر سچے مومنوں سے لڑیں۔ مجھڑیں گے۔

﴿تفسیر ابن کثیر، جلد 3، صفحہ 309﴾



اس بات پر ہے مرکز ایمان کی بنا
سرکار پر ہے ختم، نبوت کا سلسلہ
مگر ہے جو بھی ختم نبوت کا دہر میں
واجب ہے ارتداد کی اس شخص کو سزا
مرؤد دو جہان ہے مرزائے قادیان
کذاب ہے، لعین ہے ذلت کا پیشوا
پوری ہوئی ہے اس کی خباثت کو اک صدی
سو سال کی ہوئی ہے ذلالت کی اقتدا
پالا گیا تھا دین میں مخرب کے لئے
انگریز کا لگایا ہوا ایک نفل تھا
لعنت برس رہی ہے ہر اک آن، ہر گزری
پنجاب کے مسئلہ کذاب پر بجا
پائے گا نہ سکون کبھی بھی وہ قبر میں
ہو گا کبھی نہ اس کا جہنم سے اخلا
مانور اس کی بیخ کنی پر ہیں اہل حق
اس روز سے کہ جب سے ہوئی اس کی ابتدا
اس باب میں رقم ہوئے تاریخی معرکے
اس ضمن میں ہیں اہل سنن، اہل حق نما

ہر دور میں مقام رسالت تآب ہے
ہر اک حجاج، زیست انہوں نے ہے کی فدا
رکھا ہے تاج ختم نبوت کو سر بلند
جیلی ہے قید و بند کی ہر ایک اٹلا
ہر چہرہ اپنی وقف کی اسلام کے لئے
خدمات دین کے لئے ان کی ہیں بے بہا
اوپن کیا ہے نام شد و ختم نرسلین
جاں سے گزر کے پائی تلاوی کی اٹلا
تحریری و تقریری ہر اک محاذ پر
رکھا ہے بند تھک مرزا کا جا بجا
فتویٰ کی ہو زبان، میدان شاعری
پیش نظر رہی ہے سرکار پر کی رضا
دجال قادیان کے تردید و توڑ میں
ہے تاناک طرز عمل اہل دین کا
یہ سلسلہ ہے آج بھی جاری بزور و شور
جو کہ شروع ہوا تھا بدست شہ رضا
اس ضمن میں "العاقبہ" ہے آج پشور
کہتا ہے عام ختم نبوت کی جو شہاد
دیتا ہے یہ پیام نبی کے فہام کو
حرمت پہ شاہ دیں کی ٹو جان و دل لہ
جوش و خروش سے کام نہ رکھ اس مقام پر
کر سر قلم حضور کے ہر ہر زبان
مہجور، فیض ختم نبوت کا عام ہو
اس سے ہی دو جہان میں منسوب ہے بجا



رواں برس دین دشمن عناصر کی جانب سے قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے خلاف ایک بھرپور و منظم مہم شروع کی گئی۔ اسی ناپاک مہم کا ایک حصہ ملعونہ عاصیہ کو سیشن جج نکاح صاحب کی طرف سے ملنے والی سزائے ”موت“ پر واویلا بھی تھا۔

سیشن عدالت میں تو جین رسالت کا جرم عظیم ثابت ہونے پر ملعونہ عاصیہ کو ملنے والی شرعی و قانونی سزا پر ایک طرف تو چند اراکین قومی اسمبلی و قاضی و قاضی وزارت داخلہ و قاضی وزارت خارجہ و قاضی وزارت اقلیتی امور اور دوسری طرف قادیانی و بیسائی لابیوں، مغربی این جی اوڈ اور عیسائیوں کے پوپ (پاپ) نے خوب طوفان بدتمیزی برپا کیا اور اپنے اپنے طور پر وزیراعظم کو احتجاجی خطوط اور مختلف یادداشتیں ارسال کیں۔ ان سب میں ایک ہی مطالبہ تھا کہ ملک میں رائج قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ (295.C) میں ترمیم یا تبخیر کی جائے۔ وزیراعظم نے اس تمام مواد کو وفاقی وزارت قانون کو بھجوا کر اس حوالے سے مشاورت طلب کی۔

وفاقی وزارت قانون کی طرف سے دین دشمن عناصر کی جانب سے اٹھائے جانے والے تمام امور و اعتراضات پر تفصیل سے غور و خوض کے بعد قرآن و سنت، تاریخی حوالوں، بنیادی انسانی حقوق اور تقریباً پچیس (25) ممالک کے قانون تعزیرات کی روشنی میں ایک جامع ”بذمہ“ دلائل سے مزین اور مبنی برحق سفارشات پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز (سری) بعنوان ”پاکستان میں قوانین تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے متعلق اٹھنے والے سوالات کا تفصیلی جائزہ“ ڈائری نمبر 611/M/PSPM/M/2011 وزیراعظم کو پیش کی گئی۔

وفاقی وزارت قانون کی جانب سے بھیجی گئی اس تاریخی سری کو وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان نے من و عن قبول کرتے ہوئے قانونی حیثیت دے کر متعلقہ محکموں کو قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ (295.C) پر حسب سابق عمل کرنے کی ہدایات جاری کیں۔

نوں اس سری کی منظوری کے بعد قانون تحفظ ناموس رسالت (295.C) کے خلاف تمام سازشوں نے وقتی طور پر تو دم توڑ دیا لیکن تاہنوز اس قانون کے خلاف بعض حلقوں میں کھلبلی مچی ہوئی ہے اور سازشیں بھی تیار کی جا رہی ہیں۔ اسی کی ایک کڑی اگست 2011ء میں وفاقی وزارت داخلہ کی جانب سے ایک مرتبہ پھر شروع کی گئی لیٹر بازی ہے۔ وفاقی وزارت داخلہ میں ایڈیشنل چیف سیکرٹری و سیم احمد (سابق سربراہ ایف آئی اے وی سی پی او کراچی) اگرچہ قادیانی ہے اور اس قانون کے حوالے سے اس کی سازشیں سمجھ میں آتی ہیں لیکن وفاقی وزیر داخلہ کی قادیانیت تو ازی بھجھ سے بالاتر ہے۔

بہر کیف وفاقی وزارت داخلہ نے ملعونہ عاصیہ کیس کے مردہ گھوڑے میں جان ڈالنے کے لیے صوبہ پنجاب کے چیف سیکرٹری کی جانب ایک لیٹر ارسال کیا اور اس میں ملعونہ عاصیہ کیس میں اپنی حالیہ پوزیشن اور تاثرات دینے کا کہا ہے۔ چیف سیکرٹری پنجاب نے وہ خط آئی جی پنجاب کو اور آئی جی پنجاب نے سپرینڈنٹ جیل شیخوپورہ کو ارسال کر کے اس کی رائے مانگی ہے۔

سپرینڈنٹ جیل نے اس حوالے سے جواب دیا ہے کہ سزائے موت ختم یا معطل کرنے کا معاملہ صدر پاکستان سے متعلق ہے لہذا وہ اس کیس میں اپنے مزید کوئی تاثرات اور رائے نہیں دے سکتے۔

فروری 2011ء کی وفاقی وزارت قانون کی جانب سے وزیراعظم کو بھیجی جانے والی پیش نظر سری میں اس کیس کے متعلق واضح قانونی موقف پیش کر دیا گیا ہے اور وزیراعظم سیکرٹریٹ کی جانب سے یہ سری اور اس کی منظوری کی ایک کاپی دیگر متعلقہ محکموں کے ساتھ وفاقی وزارت داخلہ کو بھی ارسال کی گئی تھی۔ اب اس دو ٹوک واضح اور غیر مبہم قانونی و آئینی موقف کے بعد انہی اداروں کی جانب سے کسی بھی قسم کی لیٹر بازی قانون تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے متعلق سازشوں کی صورت کی ضرورت نہیں رہی۔

ان حالات و واقعات کے پیش نظر محبت و وطن حلقوں خصوصاً علماء کرام کو بیدار رہنا ہوگا کہ وہ دین و ملک دشمن عناصر کی جانب سے ہونے والی تمام سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھیں اور ان کے بھرپور سدباب کے لیے ہمہ وقت تیار رہیں۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ سے نبی کریم ﷺ کے طفیل ملک بھر کے تمام جرائد میں سے ماہنامہ ”العاقب“ کو یہ خاص انفرادیت و سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ وہ اس تاریخی سری کو ”جامع ترجمہ“ کے ساتھ اپنے باذوق قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے جو ان کے لیے یقیناً ایک یادگار اور اہم ریکارڈ کا حصہ ہوگا۔

گورنمنٹ آف پاکستان

وزارت قانون، انصاف اور پارلیمانی امور

عنوان: پاکستان میں قوانین تحفظ ناموس رسالت کے متعلق سوالات کا تفصیلی جائزہ:

① وزیراعظم پاکستان کو حال ہی میں مختلف افراد، تنظیموں اور غیر ملکوں کی طرف سے کچھ خطوط موصول ہوئے۔ وزیراعظم سیکرٹریٹ کی جانب سے U.O.No.5(30)FSA/2010 کے تحت 30 دسمبر 2010ء اور ریفرنس نمبر OGW/Misc/Asia bibi/2011 کے تحت 15 جنوری 2011ء کو وزارت قانون کو بھیجے گئے۔ وزارت داخلہ کی طرف سے لکھے گئے ایک خط نمبر 7/32/2010-Ptns بتاریخ 8 دسمبر 2010ء کے ذریعے ایک خط و ریفرنس بھی موصول ہوا۔ یہ سب خطوط مزایافتہ آئیہ نورین کے متعلق لکھے گئے ہیں۔ جیسے ایک مجاز عدالت نے سزا سنائی۔ اب مزید ریفرنس قانون تحفظ ناموس رسالت میں ترمیم کے حوالے سے اقلیتی امور کی وزارت کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔

② وزارت خارجہ کی طرف سے وزارت عظمیٰ کو اسی ایٹو پر ایک ریفرنس 1-DG(Americas)-2010 بتاریخ 23 نومبر 2010ء بھیجا گیا۔

③ پاکستان کی قومی اسمبلی کے سیکرٹریٹ کی طرف سے ایک ریفرنس نمبر Legis F.23(45)/2010 مورخہ 18 دسمبر 2010ء کو اس وزارت کو بھیجا گیا۔ یہ پرائیویٹ ممبر بل محترمہ شہر بانو رحمان (شیری رحمان) کی طرف سے جمع دلایا گیا۔ موصوفہ متیل کوڈ 1860ء اور اس کے ساتھ ساتھ 1898ء کے کوڈ آف کریمنل لاء (جو کہ پاکستانی قانونی کا حصہ ہے) میں ترمیم چاہتی تھی۔

قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کا سوال یوں تھا کہ ”ذیر تخطی (محترم وزیراعظم صاحب) کو آگاہ کیا گیا کہ شیری رحمان MNA (ممبر قومی اسمبلی) نے اس ارادے سے نجی بل دیا ہے کہ قانون تحفظ ناموس رسالت کے بل میں ترمیم کر کے ترمیمی بل 2010ء تصویب کر دیا جائے۔“ لہذا یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ (شیریں رحمان کی طرف سے) پیش کئے گئے بل پر مزید کارروائی سے پہلے بل رل شریعت کورٹ کے فیصلے (PLD 1991 Federal Sharlat Court 10) کی روشنی میں وزارت قانون، انصاف و پارلیمانی امور کی مفصل تبصرہ اراء لی جائے۔

④ اس معاملے کی حساسیت اور اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے وزیر قانون و انصاف اور پارلیمانی امور نے خود اس

معاملے کا تفصیلی جائزہ قرآن کریم و احادیث نبویہ ﷺ اور پاکستان میں نافذ العمل تعزیرات پاکستان 1860ء کی دفعہ 295.C اور اسی طرح اس سے متعلق قوانین کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک میں تحفظ ناموس رسالت کے قوانین (Blasphemy Laws) کی روشنی میں جائزہ لیا ہے۔

⑤ قانون تحفظ ناموس رسالت پر موجودہ بحث و تجویز ایک پرائیویٹ ممبر بل پر ابھری جسے شہر بانو رحمان (شیری رحمان) ممبر قومی اسمبلی (M.N.A) نے جمع کروایا لہذا قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کے سوال کا جواب پہلے دیا جانا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں مسلمہ پوزیشن کے مطابق ”وفاقی شرعی عدالت“ نے (PLD 1991.FSC P-10) پر رپورٹ شدہ اپنے فیصلے میں اس قانون کو قرآن و سنت سے اخذ کردہ اور درست قرار دیا ہے۔ آئین کی دفعہ 203.D کے تحت وفاقی شرعی عدالت ہی اس امر کی مجاز ہے کہ وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرے۔ آئینی شق 203.D کے مطالعے کے بعد اس حوالے سے کوئی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ شق کا متن درج ذیل ہے۔

شریعت کورٹ کے آئینی حدود و اختیارات:

203.D عدالت کے اختیارات اور فرائض: ”(1) عدالت از خود نوٹس پر یا پاکستان کے کسی شہری کی پیش پر یا وفاقی یا کسی صوبائی حکومت کی پیش پر یہ اختیار رکھتی ہے کہ وہ قرآن کریم اور سنت نبوی کے اصولوں کی روشنی میں کسی بھی قانون یا اس کی شق کے اسلام کے مطابق یا اسلام سے متصادم ہونے کا فیصلہ کر سکے۔“

⑥ بلاشبہ پاکستان کی پارلیمنٹ کو قوانین وضع کرنے اور ان کی تشریح، ترمیم اور تفسیح کے وسیع تر اختیارات ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ پارلیمانی روایات اور شہس آئینی روایات کے مطابق یہ قانون کئی عشروں سے موجود رہا ہے۔ عدلیہ کے انتہائی گہرے جائزے اور جانچ پڑتال کے کڑے معیار پر پورا اتر چکا ہے۔ رہائش کردہ (نجی) ترمیمی بل جس کو زبانی طور پر متعلقہ ممبر نے (میڈیا رپورٹس کے مطابق) واپس لے لیا ہے اور اس بل کی واپسی کے سلسلے میں ممبر نے کہیں بھی تردید نہیں کی ہے۔ قانون تحفظ ناموس رسالت جو کہ دیئے گئے جیو ایگرافس میں بحث کیا گیا ہے۔ جسے پہلے ہی وفاقی شرعی عدالت نے آرٹیکل 203.D کی ذیلی شق 2 کے تحت پہلے ہی باریک بینی سے جائزہ لیا ہے اور پہلے ہی اس کا فیصلہ کیا ہے کہ یہ قانون قرآن و سنت کے عین مطابق ہے اور قرار دیا گیا ہے کہ کسی بھی قسم کی متبادل سزا اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوگی۔ آئین کی شق 203.D کی ذیلی شق: (2) کے تحت یہ فیصلہ فوری طور پر نافذ ہو چکا ہے۔ اس لئے متذکرہ بالا قانون تحفظ ناموس رسالت کی نظر ثانی شدہ سزا کا ترمیمی بل 2010ء جسے شیریں رحمان نے اسمبلی میں پیش کیا تھا مسترد کر دینے

کے قابل ہے۔

⑦ قرآن پاک سے اس سلسلے میں چند آیات (کے ترجمہ) کا نیچے حوالہ دیا گیا ہے۔

● آیت نمبر: (1) اور اُن میں کوئی وہ ہیں کہ ان غیب کی خبریں دینے والے (نبی) کو ستاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں۔ تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لیے کان ہیں۔ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں۔ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (سورۃ التوبہ، آیت: 61)

● آیت نمبر: (2) بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو اُن پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں۔ اللہ نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ الاحزاب، آیت: 57)

● آیت نمبر: (3) اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اُس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور اُن کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (سورۃ الحجرات، آیت: 2)

● آیت نمبر: (4) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسے تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے سے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر۔ تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا اُن پر دردناک عذاب ہو۔ (سورۃ النور، آیت: 63)

● آیت نمبر: (5) اے لوگو! تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ (سورۃ الفتح، آیت: 9)

● آیت نمبر: (6) اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن (اجازت) نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ دیکھو (انتظار کرو) ہاں! جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ۔ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔ بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے۔ اللہ حق فرمانے میں نہیں شر مانتا۔ جب تم اُن سے برتنے (استعمال) کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو۔ اس میں زیادہ ستم رانی ہے تمہارے دلوں اور اُن کے دلوں کی۔ تمہیں نہیں پختہ تاکہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی اُن کی بیویوں (ازواج مطہرات) سے نکاح کرو۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ (سورۃ الاحزاب، آیت: 53)

● آیت نمبر: (7) بے شک وہ جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

(سورۃ الاحزاب، آیت: 20)

● آیت نمبر: (8) بے شک (اے نبی!) جو تمہارا دشمن ہے وہی خیر سے محروم ہے۔ (سورۃ الکہف، آیت: 3)

● آیت نمبر: (9) وہ جو اللہ اور اُس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں اُن کا بدلہ یہی ہے کہ مرن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا اُن کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں زمین سے دُور کر دیے جائیں۔ یہ دنیا میں اُن کی رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (سورۃ المائد، آیت: 33)

● آیت نمبر: (10) اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین پر منہ آئیں (ظمن و تفتن) کریں تو کلمہ مرغوں سے لڑو۔ بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں اس امید پر کہ شاید وہ ہذا آجائیں۔ (سورۃ التوبہ، آیت: 12)

● حدیث نمبر: (1) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”فتح (مکہ) کے سال حضور ﷺ مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر لوہے کا خود تھا۔ جب نبی ﷺ نے اسے اتارا تو ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کرنا کہ رسول اللہ آپ کا گستاخ (جان بچانے کے لیے) کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے (افسوس) اسے قتل کر دیا۔ امام مالک کی رائے یہ ہے کہ اس دن حضور ﷺ احرام کی حالت میں نہیں تھے اور اللہ بہت ہے۔“ (صحیح بخاری، باب: 582، ص: 405-406، حدیث: 4035)

● حدیث نمبر: (2) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کعبہ اشرف (یہودی) کو مارنے کے لئے کون تیار ہے؟ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پسند فرمائیں گے کہ میں اسے مار ڈالوں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کرنا کہ رسول اللہ! تو پھر مجھے اجازت دیجیے میں (کعبہ کو اعتماد میں لے کر داخل جہنم کرنے کے لیے) جو مناسب سمجھوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو مناسب سمجھو۔“ (صحیح بخاری، باب: 271، ص: 168، حدیث: 3023)

● حدیث نمبر: (3) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”اللہ کے نبی ﷺ نے انصاریوں کو لوگوں کو ابورافع یہودی کے پاس بھیجا اور عبد اللہ بن عتیک کو اُن کا امیر بنایا۔ ابورافع، نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخ کیا اور آپ کے دشمنوں کی مدد کرتا تھا۔ وہ حجاز کی سرزمین میں ایک قلعے میں رہتا تھا۔ جب انصاریوں نے غروب ہو کر

بعد اس کے قلعے تک پہنچے تو لوگ اپنے اپنے جانوروں کو چرا کر لوٹ چکے تھے۔

عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہاں (قلعہ کے باہر) اسی جگہ بیٹھو۔ میں جاتا ہوں اور دربان سے مل کر قلعہ کے اندر جانے کی کوئی تدبیر کرتا ہوں۔ وہ آئے اور قلعہ کے دروازے پر پہنچ کر کپڑا ڈھانک کر اس انداز سے بیٹھے جیسے کوئی پاخانہ کر رہا ہو۔ قلعہ کے سب لوگ اندر جا چکے تھے۔ اتنے میں دربان نے انہیں (قلعہ کا خادم سمجھ کر) آواز دی کہ اسے بند خدا! اگر آپ چاہتے ہو تو اندر داخل ہو جاؤ کیونکہ میں گیت بند کرنا چاہتا ہوں۔

عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں یہ سن کر میں قلعے میں داخل ہو گیا اور اپنے آپ کو چھپا لیا۔ جب قلعہ والے سب لوگ اندر داخل ہو گئے تو دربان نے دروازہ بند کر لیا اور چابیاں ایک کھوئی سے لٹکا دیں۔ میں اٹھا اور چابیاں لے کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ (تاکہ بھاگتے آسانی ہو)

ابورافع کے پاس رات کو داستان گوئی ہوتی تھی اور وہ اپنے بالا خانوں میں بیٹھتا تھا۔ جب داستان گو چلے گئے تو ابورافع بھی اپنے کمرے میں چلا گیا۔ میں اس کے بالا خانہ میں چڑھ گیا اور جس دروازے سے گزرتا اسے بند کر لیتا تھا۔ اس سے میرا مقصد یہ تھا کہ اگر لوگوں کو میری خبر ہو بھی جائے تو ان کے پہنچنے پہنچتے میں اس کا کام تمام کر دوں۔

آخر کار میں اس تک پہنچ گیا اور اسے اپنے خاندان کے درمیان تاریک کمرے میں سوئے ہوئے پایا۔ لیکن میں اس کی موجودگی کی صحیح جگہ کو نہ پاسکا۔ اس لئے میں نے زور سے اسے پکارا۔ ”اے ابورافع!“ اس نے کہا کون ہے؟ میں اس آواز کی سمت چل پڑا اور تلواریں اس پر وار کیا۔ لیکن میں اس پریشانی کے سبب اسے قتل نہ کر سکا۔ وہ زبردست چلایا اور میں مکان سے باہر آ گیا۔ میں نے چند لمحوں میں اس کا انتظار کیا اور جب دوبارہ اس کی طرف گیا (اور آواز بدل کر پوچھا) اے ابورافع یہ کیسی آواز (شور) ہے؟ اس نے مجھے (اپنا آدمی سمجھ کر) کہا۔ تمہاری ماں غوار ہو۔ ابھی ایک آدمی میرے کمرے میں داخل ہوا ہے اور اس نے تلوار سے مجھ پر وار کیا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے اسے اور شدت سے تلوار ماری لیکن اسے قتل نہ کر پایا۔ آخر کار میں نے تلوار کو اس کے پیٹ میں اتار دیا کہ اس کی کمر تک جا پہنچی۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ اب میں نے اسے مار ڈالا ہے۔

جب میں نے یقین کر لیا کہ وہ مر گیا ہے تو پھر میں واپس لوٹا۔ میں نے ایک ایک کر کے دروازے کھولے اور پھر میں بیڑیوں تک پہنچ گیا۔ میں نے سمجھا کہ میں آخری بیڑی تک پہنچ گیا ہوں۔ چاندنی رات تھی میں گریزاں اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے پنڈلی کو اپنے عمامہ سے باندھ لیا اور قلعہ سے باہر آ کر دروازے پر جا بیٹھا۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ آج رات میں باہر نہیں جاؤں گا جب تک یہ نہ جان لوں کہ وہ مر چکا ہے۔

اگلے دن صبح موت کا اعلان کرنے والا دیوار پر کھڑا اعلان کر رہا تھا کہ ابورافع جو کہ حجاز کا سوداگر تھا، مر گیا۔ پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا اب ہم اپنے آپ کو محفوظ کریں کیونکہ اللہ نے ابورافع کو قتل کر دیا ہے۔ اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوا اور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ کر پورا قصہ عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اپنی (نوٹی ہوئی) پنڈلی باہر نکالو۔“ میں نے اسے باہر نکالا تو نبی ﷺ نے اس پر اپنا دست اقدس رکھا تو یہ ایسے ٹھیک ہو گئی جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا (یعنی نوٹی ہی نہیں تھی)۔ (صحیح بخاری، باب: 371، ج: 251-253، حدیث: 3813)

● حدیث نمبر: 4) حضرت عمیر بن امیہ رضی اللہ عنہ سے مصدقہ روایت ہے کہ ان کی مشرکہ بہن انہیں ٹھک کیا کرتی تھی۔ جب وہ حضور ﷺ سے ملنے تو وہ (ان کے سامنے) حضور ﷺ کی توہین کرتی تھی۔ آخر کار ایک دن انہوں (حضرت عمیر) نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بیٹے چلائے اور کہا ہم ان قاتلوں کو جانتے ہیں جنہوں نے ہماری ماں کو قتل کیا ہے اور ان لوگوں کے والدین مشرک (کافر) ہیں۔ حضرت عمیر نے سوچا کہ اس عورت کے بیٹے بے گناہ آدمیوں کو قتل نہ کر دیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور تمام صورتحال عرض کی۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا تم نے اپنی بہن کو کیوں قتل کیا؟ حضرت عمیر نے عرض کی وہ مجھے آپ کے متعلق تکلیف پہنچاتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس (مظلوم) عورت کے بیٹوں کو بلوایا اور قاتلوں کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے قاتلوں کے بارے میں کچھ اور لوگوں کے نام لئے۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اطلاع دی اور اعلان کیا کہ (توہین رسالت کے سبب) اس (عورت) کا قتل ٹھیک ہوا ہے۔ (صحیح الزوائد منبع الفوائد، ج: 5، ص: 260) (جیسا کہ یہ 10-PLD 1991-FSC میں رپورٹ کیا گیا ہے۔)

● حدیث نمبر: 5) حضرت نکرمة رضی اللہ عنہ سے مستند روایت ہے کہ ”ایک شخص نے حضور ﷺ کی توہین کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے اس دشمن کے خلاف کون مدد دے گا؟ حضرت زبیر نے فرمایا نہیں۔ تب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس سے لڑے اور انہیں مار ڈالا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے یہ ٹکلی عطا فرمائی۔“ (10-PLD 1991-FSC میں رپورٹ کی گئی ہے)

● حدیث نمبر: 6) اسحاق بن ابراہیم سے عبد اللہ بن محمد نے انہوں نے ابن عیینہ سے اور عمرو نے (ان تمام حوالوں سے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کون کعب بن اشرف کو قتل کرے گا کیونکہ اللہ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت ستایا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا آپ باپ فرمائیں گے کہ میں اسے قتل کر دوں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔۔۔ چنانچہ انہوں نے اسے مار ڈالا۔“ (صحیح مسلم، ج: 1، ص: 2158)

● حدیث نمبر: 70 "فتح مکہ کے بعد حضور ﷺ عام معافی کا اعلان کر چکے تو آپ نے ابن نفل اور اس کی کنیزوں کو جو کہ نبی کریم ﷺ کے متعلق گستاخانہ شاعری کرتی تھیں۔ ان کے قتل کا حکم فرمایا۔" (الشفاء از قاضی عیاض، ج: 2، ص: 584 اردو ترجمہ) (جیسا کہ 10-PLD 1991-FSC میں رپورٹ کیا گیا ہے)

قانون تحفظ ناموس و رسالت (295.C):

⑨ سیکشن 295.C: پاکستان کے پٹنل کوڈ (تحریرات پاکستان) 1860ء کا سیکشن 295 سی اسی قانون سے متعلق ہے جو کہ زیر بحث ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ سیکشن 295 سی پر اور کورٹ کے مجوزہ چارج پر بھی نظر ڈالی جائے جو کہ درج ذیل ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے متعلق گستاخانہ الفاظ وغیرہ کا استعمال:

"جو شخص الفاظ کے ذریعے جو بولے گئے یا تحریر کئے گئے یا ظاہری نقوش کے ذریعے یا کسی بہتان کے ذریعے یا طعن آمیزی کے ذریعے یا خوشامد کے ذریعے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ ہو جس سے پاک و پیغمبر ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کا پہلو نکلا ہو اسے سزائے موت دی جائے گی یا عمر قید دی جائے گی اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔"

توہین رسالت پر مندرجہ ذیل چارج کورٹ آف سیشن وغیرہ کی طرف سے (اس نیچے دی گئی شکل کے مطابق) لگایا جائے گا۔

توہین رسالت کے مرتکب مجرم پر قانونی عدالتی چارج:

"یہ کہ تم نے فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو لکھ کر یا خطاب کرتے ہوئے ان الفاظ کا یا ظاہری نقوش یا بہتان کا ذکر کیا جو کہ اس نے جان بوجھ کر (دانت) اور بد نیتی کے ارادے سے نبی کریم ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرتے ہوئے نازیبا تاثرات (الفاظ) استعمال کئے۔ اس طرح تم مجرم کے مرتکب ہوئے اور اس طرح پاکستان پٹنل کوڈ 1860ء کی شق 295 سی کے مطابق سزائے موت کے مستحق ہوئے۔"

اور میری (جج عدالت) کی ہدایت پر اس الزام کی تحقیق عدالت کے ذریعے کی جائے گی۔

● حذکرہ بالا قرآن کریم کی آیات اور پاک و پیغمبر ﷺ کی روایات سے صاف عیاں ہے کہ قرآن و سنت اور پاکستان کے آئین کے مطابق ناموس رسالت کی بے حرمتی پر سزا "موت" ہے۔ لہذا قرآن و سنت اور پاکستان کی مقلد نے معاملہ کی لڑائیت کو محسوس کرتے ہوئے "دانت (جان بوجھ کر) اور بد نیتی" کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور کوئی بھی عدالت دیے

کے سامنے سے ہٹ کر (برگس) چارج شیٹ نہیں کر سکتی یا سزا نہیں دے سکتی۔

یہ قانون عدالت کو اس کے غلط استعمال کے روکنے کے لیے دو ضمانتیں بطور قدغن فراہم کرتا ہے۔ پہلی بات یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ منصف (جج) اس جرم کے تعین کے وقت ہر غائر دیکھے کہ مجرم نے دانت طور پر یہ جانتے ہوئے کہ جو وہ کر رہا ہے یہ جرم کیا ہے اور دوسرا یہ کہ توہین رسالت کے جرم کے اصل ارتکاب کو دیکھے۔ جرم کے معاملے میں انصاف کی رو سے یہ دونوں اصول بین الاقوامی طور پر مستعمل ہیں اور بین الاقوامی معیاروں کے تمام عملی مقاصد پر پورا اترتے ہیں۔

⑩ توہین رسالت تقریباً تمام الہامی مذاہب میں قابل سزا جرم ہے۔ اس کی ایک زندہ مثال "یہودیت" سے لی جا سکتی ہے۔ تورات کی تیسری کتاب 24:16 میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ "وہ جو اہانت رسول کرتے ہیں ان کو یقیناً سزائے موت دی جائے گی۔"

دنیا کے دیگر ممالک میں قانون تحفظ ناموس رسالت کا جائزہ:

① اس غلط پروپیگنڈے کو ختم کرنے کے لئے کہ قانون تحفظ ناموس رسالت صرف پاکستان میں ہی رائج ہے اور اس کا مقصد صرف ایک مخصوص طبقے کو ہدف (ٹارگٹ) بنانا ہے مکمل طور پر بے بنیاد اور غلط ہے۔ اس سلسلے میں ہم قانون تحفظ ناموس رسالت کو مختلف ممالک میں نفاذ (رائج) کے حوالے سے مختصر انداز میں تقابلی جائزہ کے طور پر دیکھتے ہیں۔

● افغانستان:

افغانستان جو کہ ایک اسلامی ریاست ہے۔ یہاں توہین رسالت کے مرتکب کو شریعت کی روشنی میں پھانسی کے ذریعے موت کی سزا دی جاتی ہے۔

● آسٹریلیا:

آسٹریلیا کی مختلف ریاستوں علاقوں دولت مشترکہ آف آسٹریلیا میں گستاخی کی سزا دینے کا معاملہ یکساں نہیں ہے۔ یہاں توہین رسالت کچھ ریاستوں اور علاقوں میں جرم ہے اور کچھ میں نہیں ہے۔ ناموس رسالت کے سلسلے میں توہین رسالت کے مجرم کو آخری دفعہ 1919ء میں ریاست وکٹوریہ میں پھانسی دی گئی۔

● آسٹریا:

آسٹریا پٹنل کوڈ میں توہین رسالت کے حوالے سے دو شکلیں موجود ہیں۔ (1) 88: مذہبی تعلیمات میں تہدیلی لانا (2) 189: مذہبی تعلیمات میں گڑبڑ پیدا کرنا۔

● بنگلہ دیش:

بنگلہ دیش کا پینل کوڈ اور دیگر مختلف قوانین تو جین رسالت کو قانوناً روکتے ہیں اور مذہبی جذبات کو مجروح کرنے سے بھی روکتے ہیں اور گفتگو کی آزادی کے سلسلے میں دیگر قوانین اور پالیسیوں کو بھی روکتے ہیں۔

● برازیل:

آئرلینڈ 208 پینل کوڈ کے مطابق عوامی طور پر ایسا کوئی بھی عمل جو مذہبی شخصیات، اعمال اور تعلیمات میں تو جین کا پہلو رکھے ایک قابل سزا جرم ہے۔ اس کی سزا ایک مہینے سے ایک سال تک قید یا جرمانہ بھی ہو سکتی ہے۔

● کینیڈا:

کینیڈا کے کریمنل کوڈ کے مطابق گستاخی یا تو جین ایک جرم ہے۔ لیکن کینیڈین حکومت ان شتوں کو چارٹر آف رائٹس اینڈ فریڈم کے حوالے سے دیکھتی ہے۔ 1935ء میں آئری ہار کینیڈا میں اس حوالے سے کارروائی کی گئی۔

● ڈنمارک:

ڈنمارک میں پینل کوڈ کا پیرا گراف نمبر 140 تو جین کے متعلق ہے۔ لیکن 1938ء کے بعد جبکہ ایک نازی گروپ کو یہودی مخالف پروپیگنڈے کی بنا پر سزا دی گئی تھی۔ اس واقعے کے بعد اس شق کا استعمال نہیں کیا گیا۔ نفرت پر مبنی تقاریر کے حوالے سے 266 بی کے قانون کا آزادانہ استعمال کیا جاتا ہے۔ 2004ء میں گستاخی سے متعلق شتوں کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن کثرت رائے سے اسے مسترد کر دیا گیا۔

● مصر:

مصریوں کی واضح اکثریت سنی العقیدہ ہے۔ اکثریت قانون تحفظ ناموس و رسالت کو دوسرے قوانین کے ساتھ مصر کی اقلیتوں خاص طور پر شیعہ، صوفی، عیسائیوں، یہائی اور ہر یوں کو شک کرنے کے لئے استعمال کرتی ہے۔

● بھارت:

بھارتی اکثریتی مذہب ہندومت میں تو جین رسالت کی سزا کا کوئی تصور نہیں، مگر ہندوستان کے مسلم حکمرانوں نے یہ قوانین متعارف کروائے۔ 1860ء میں برطانوی غاصبوں نے ان قوانین کو ختم کر دیا تاکہ مسیحی مشنری اداروں کو اپنا منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچانے میں آسانی ہو۔ ان دونوں بھارتی پینل کوڈ کے سیکشن 295.A کے تحت نفرت آمیز تقاریر کسی مذہب یا کسی شخص کے مذہبی اعتقاد کی تو جین کی کوشش پر سزا دی جاتی ہے۔

● انڈونیشیا:

یہاں کریمنل کوڈ کے آرٹیکل 156.A کے تحت دانستہ طور پر سرعام کسی مذہب کے خلاف جارحانہ نفرت آمیز اور تو جین پر مبنی جذبات کے اظہار یا مذہب کی تو جین قابل سزا جرم ہے اور اس کی سزا زیادہ 5 سال قید ہے۔

● اسرائیل:

اسرائیل میں پینل کوڈ کی شق 170 اور 173 تو جین رسالت سے متعلق ہے۔

● اردن:

اردن کا قانون تو جین رسالت سے روکتا ہے اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے سے روکتا ہے یا نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی سے روکتا ہے۔ ان حدود کی خلاف ورزی کرنے والے کو تین سال سے زائد تک کی سزا دی جاسکتی ہے۔

● کویت:

کویت ایک اسلامی ملک ہے۔ یہ ابانت رسول کو سنی اسلام کے مطابق قانون کے ذریعے روکتا ہے۔ اس کے علاوہ رسول قانون کے ذریعے کویت میں عام طور پر شیعہ، تعلیمی اداروں اور صحافیوں کو جرحٹ کیا جاتا ہے۔

● ملائیشیا:

ملائیشیا مذہب کی تو جین سے روکتا ہے اور مذہبی معاملات کی تو جین کو تعلیم کے ذریعے سے روکتا ہے۔ اس کے علاوہ میں الیکٹرک میڈیا اور اخباری میڈیا پر قانون پابندی عائد کرتا ہے۔ ملائیشیا میں کچھ ریاستیں شرعی قانون کے ذریعے اسلام کی حفاظت کرتی ہیں لیکن جہاں شریعت لاگو نہ ہوتی ہو وہاں مائٹین پینل کوڈ مجرموں کو سزا نہیں دیتا ہے۔

● مالٹا:

تو جین رسالت کے خلاف قوانین کی بجائے حکومت مالٹا نے مذہب میں تبدیلی اور غیر اخلاقی جرائم کے خلاف قوانین بنائے ہیں۔ مالٹا کے کریمنل کوڈ 1933ء کی شق نمبر 163 کے مطابق یہ قانون روسن کی تصویک مذہب کی خلاف ورزی سے روکتا ہے۔ یہ مالٹا کا مذہب ہے۔ مالٹا کے مذہب میں رد و بدل یا ترمیم کرنے والے کو مذہب دار ٹھہراتے ہوئے ایک ماہ کی قید دی جاتی ہے۔

آئرلینڈ نمبر 164 کی رو سے مالٹا کی تہذیب میں کسی قسم کی تحریف یا رد و بدل کرنے والے کو ایک سے تین ماہ کی قید دی جاتی ہے۔

آئرلینڈ نمبر 164 کی رو سے مالٹا کی تہذیب میں کسی قسم کی تحریف یا رد و بدل کرنے والے کو ایک سے تین ماہ کی قید دی جاتی ہے۔

سزا دی جاتی ہے۔

آرٹیکل 338.BB کے مطابق اگر کوئی شخص بے شک نشہ کی حالت میں کوئی ایسے غیر موزوں یا لفظ الفاظ استعمال کرتا ہے یا غیر اخلاقی حرکات کرتا ہے تو وہ آرٹیکل نمبر 342 کے مطابق بھی عوامی جذبات کو مجروح کرنے یا ناشائستگی پھیلانے پر سزا کا مستوجب ہوگا۔

آرٹیکل 338.BB میں اباحت رسالت کے مرتکب شخص کو 11 پورہ اور 65 سینٹس جرمانہ کیا جائے گا اور زیادہ سے زیادہ تین ماہ تک قید کی سزا دی جائے گی..... 2008ء میں 621 افراد کے خلاف مالٹا میں توہین رسالت کے سلسلے میں کارروائی کی گئی۔

● نیدر لینڈ:

ریاست نیدر لینڈ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین پر سزا کا قانون موجود ہے۔ نیدر لینڈ کے آئین کے آرٹیکل 147 کی رو سے توہین کے مرتکب افراد کو تین مہینے کی جیل ہے یا 3800 یورو جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔

● نیوزی لینڈ:

نیوزی لینڈ میں سیکشن 123 کرائمز ایکٹ 1961ء کے مطابق اگر کوئی شخص توہین رسالت پر مبنی کوئی مواد شائع کرتا ہے تو اس کو ایک سال کی سزا ہے۔ اس سلسلے میں نیوزی لینڈ میں توہین رسالت کے مرتکب صرف ایک شخص اخبار "دی میری لینڈ ورکر" کے پبلشر جان گورد کو 1922ء میں سزا دی گئی۔

● تائیچیریا:

تائیچیریا کے کریمینل کوڈ میں سیکشن 204 کے مطابق توہین رسالت ایک جرم ہے اور شریعت کو دشمنی کو کچھ ریاستوں میں شریعت کے مطابق کام کرنے کی اجازت ہے۔ قانون کے موثر استعمال کا اختیار بھی متعلقہ عدالت کی ذمہ داری ہے۔

● سعودی عرب:

سعودی عرب کا ریاستی مذہب اسلام ہے۔ ملک کے قوانین ایک خوبصورت آمیزہ ہیں۔ شریعت کے اور اعلیٰ مذہبی اصول پر مشتمل ملکی مفتیان کی کونسل کے فتاویٰ کی روشنی میں فیصلے کئے جاتے ہیں جو مختلف سزاؤں کی شکل یا موت کی شکل میں ہو سکتے ہیں۔

● سوڈان:

سوڈان میں ریاستی مذہب سنی اسلام ہے۔ ملک کی تقریباً 70 فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ باقی ایک بڑا فرقہ جو تقریباً 25 فیصد ہے انیمسٹ (Animist) مذہب پر مشتمل ہے۔

سوڈانی کریمینل ایکٹ کے سیکشن 125 کے مطابق مذہب کی تذلیل، نفرت یا توہین کی سختی سے ممانعت ہے۔ اس سیکشن کے مطابق جرمانے اور مختلف سزائیں دی جاسکتی ہیں۔ جرمانہ زیادہ سے زیادہ 40 لیشز ہے۔

نومبر 2007ء میں سوڈانی ٹیڈی ہیئر بلاس فیملی کیس بہت مشہور ہوا۔ دسمبر 2007ء میں یہ سیکشن دو مصری بک سیلرز کے خلاف استعمال ہوا۔ ان دونوں کو چھ ماہ کی سزا ہوئی کیونکہ انہوں نے کورٹ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تازہ بیانات استعمال کئے تھے۔

● متحدہ عرب امارات:

یہاں توہین رسالت کی حوصلہ شکنی کے لیے نشر و اشاعت کی مانیٹرنگ کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے لیے شرعی سزا اور غیر مسلموں کے لیے عدلیہ کے اختیارات استعمال کیے جاتے ہیں۔

● برطانیہ:

برطانیہ میں قانون توہین رسالت خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے خلاف قانون موجود ہے۔ آخری بار یہ قانون اس وقت حرکت میں آیا جب 2007ء میں ایک بنیاد پرست عیسائی گروپ کرچن وائس نے فحشی طور پر بی بی سی (BBC) کے خلاف مقدمہ درج کروایا ہے۔ یہ مقدمہ ایک ڈرامہ پیش کرنے پر ہوا۔ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک (gay) کے طور پر پیش کر دیا گیا۔ اس گروپ پر الزامات لگائے گئے۔ لیکن شہر ویسٹ منسٹر کے مجسٹریٹ اور پھر ہائیکورٹ نے الزامات پر کہہ کر مسترد کر دیئے کہ سٹیج یا ٹیلی ویژن پر یہ قوانین لاگو نہیں ہوتے۔

آخری کامیاب کیس برطانیہ میں 1977ء میں ڈینس لیمن کے خلاف دائر ہوا جو گے نیوز (gay news) کا ایڈیٹر تھا۔ اس کی بنیاد اس کی ایک لکھی گئی نظم (The Love that Dares to Speak its Name) جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلط کردار پیش کیا گیا۔ لیمن کو 500 پونڈ کا جرمانہ کیا گیا اور 9 ماہ کی قید ہوئی۔ اسی نظم سے ایس ٹی مارنی نے 2002ء میں Trafalgar Square میں اسی طرح لوگوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا لیکن اس کے خلاف لیمن کوئی آئینی کارروائی نہیں کی گئی۔

9 دسمبر 1921ء کو جان ولیم آخری شخص تھا جسے برطانیہ میں توہین رسالت پر سزا ہوئی۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے برہنہ (بیت المقدس) میں داخلے کے متعلق من گھڑت کہانی پیش کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا موازنہ (نمودہاوند) سرکس کے ایک سحرے سے کیا تھا۔ اسے نمیبیہ کی سخت قید با مشقت کی سزا دی گئی۔

سکاٹ لینڈ میں توہین رسالت کا آخری کیس 1843ء میں ہوا جبکہ 1697ء میں سکاٹ لینڈ کے ایک باشندے تھامس ایکن ہڈ کو توہین رسالت پر پھانسی دی گئی تھی۔

5 مارچ 2008ء کو کراچی میں سیشن اور ایگریجیشن ایکٹ 2008ء میں توہین رسالت کی قانونی دفعات کے حوالے سے اٹھینڈ اور ویلز میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں اور عام قانون توہین رسالت ختم کر دیا گیا۔ 8 جولائی 2008ء کو شاہی منظوری سے یہ نیا تہذیب شدہ قانون لاگو ہو گیا۔

● یمن:

یمن میں بھی دوسری اسلامی ریاستوں کی طرح توہین رسالت پر قوانین اور سزائیں موجود ہیں۔ مذہبی اقلیتوں، ذہین لوگوں، فنکاروں، رپورٹرز اور ہیومن رائٹس کی تنظیموں کو نقصان پہنچانے پر سزائیں ہیں۔ قانون تحفظ ناموس رسالت کے تحت توہین رسالت کے مرتکب افراد کو یمن میں نہ تو ہلاک کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کو ملک بدر کیا جاتا ہے۔ جس شخص پر توہین رسالت کا الزام ہو اس کا فیصلہ شریعت کے تحت کیا جاتا ہے اور جرم ثابت ہونے پر مجرم کو موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔

● امریکہ:

امریکہ کے ابتدائی ایام میں توہین رسالت پر موت کی سزا تھی۔ لیکن اس میں پلک یا تہذیبی کر کے مشی غن اوکلا ہوا، ساؤتھ کیرو لینا، میسا جوزش اور پنسلوانیا میں توہین رسالت کے متعلق قوانین موجود ہیں۔ امریکہ کی کچھ ریاستوں میں ابتدائی دنوں میں توہین رسالت سے متعلق قوانین موجود ہیں۔ مثال کے طور پر باب: 272 میساچوزٹس میں عام قوانین میں ایک شق موجود ہے جو 1697ء کے ریاستی قوانین میں اسی سے متعلق ہے۔

سیکشن 36 کی رو سے جو کوئی بھی ارادنا اللہ تعالیٰ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرے گا انکار کی صورت میں کوٹنے کی صورت میں یا ملحدانہ انداز میں خدا کی عبادت کرے گا یا اس کی حقوق کو ٹہرا بھلا کہے گا یا گورنمنٹ کو اور دنیا کو برا بھلا کہے گا یا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی فعل الفاظ کہے گا یا توہین آمیز یا مضحکہ خیز انداز اختیار کرے گا تو اسے ایک سال یا 300 ڈالر سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی اور اسے آئندہ کے لئے اچھے رویے کا پابند کیا جائے گا۔

12 پاکستان آئینی طور پر اسلامی ریاست ہے جس کا تعین آئین پاکستان کے دیباچہ میں کر دیا گیا ہے اور 12 اپریل 1973ء کے آئین کے تحت ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے۔ آئین میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ صرف پاکستان

ی نہیں بلکہ کائنات پر حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس کے علاوہ انصاریات کو پاکستانی عوام اسلام کی حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کر سکتے ہیں۔ پاکستانی عوام کا فیصلہ ہے کہ ان کی ریاست اپنی طاقت اور اختیارات جمہوری اصولوں کے مطابق عوام کی منتخب کردہ پارلیمنٹ کے ذریعے استعمال کرے گی۔ آزادی، مساوات، برداشت اور سماجی انصاف ایسے اصول جن پر اسلام زور دیتا ہے ان کا لازمی خیال بھی رکھا جائے گا۔

13 پاکستان کا آئین یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے جس میں عوام اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق اسلامی ڈھانچے میں ڈھال سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آئین اقلیتوں، پسماندہ اور پے ہوئے طبقات کے جائز مفادات کے مکمل تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔

14 اس حکم کا سوسائٹی (معاشرے) میں ادراک اس وقت تک نہیں حاصل ہو سکتا جب تک اس کی باقاعدہ قانون سازی نہ ہو اور اداروں میں رائج نہ ہو۔ اس ریاست (پاکستان) کا مذہب اسلام ہے۔ جہاں پر قرآن و سنت قانون کے بنیادی ماخذ مانے جاتے ہیں۔

15 اب سیکشن 295.C کی ٹھوس حیثیت کی بات ہوگی جو کہ پاکستان پینل کوڈ 1860ء ایکٹ نمبر 3، 1986ء پر لایا گیا۔ یہاں ضروری ہے کہ اس قانون کو دوبارہ دیکھا جائے جو پہلے ہی ایک فیصلہ کے تحت حتمی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

295.C نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ، تبصرے یا آراء پر مشتمل ہے۔ جو کوئی بھی اپنے الفاظ کے ذریعے چاہے وہ بولے گئے ہوں یا لکھے گئے ہوں یا مرئی نقوش کے ذریعے یا طعن آمیز کتابیہ کے ذریعے یا خط و نظر کشی کے ذریعے بالواسطہ یا بلاواسطہ نبی کریم ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرتا ہے۔ اسے سزائے موت دی جائے گی یا عمر بھر کی قید ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ جرم مانہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

قانون کے اس حصے (قانون تحفظ ناموس رسالت) پر پارلیمنٹ، پارلیمانی فورمز کے اندر اور باہر بحث ہوئی اور ایک آئینی عدالت کے سامنے بھی بحث ہو چکی ہے۔ (آئینی کورٹ) فیڈرل شریعت کورٹ نے اس قانون کا قرآن و سنت کی روشنی میں بہت گہرا جائزہ لیا۔ مقدمہ بعنوان محمد اسماعیل قریشی بمقابلہ حکومت پاکستان بذریعہ سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور (PLD 1991 FSC P.10) میں (وفاقی شرعی عدالت) اس نتیجے پر پہنچی کہ توہین رسالت کے معاملے میں سزائے موت کے علاوہ کوئی بھی دوسری سزا اسلامی احکامات کے خلاف ہے۔

اس فیصلے میں سے کچھ حصے پیش خدمت ہیں۔

نمبر 33: الفاظ "سب" اور "ایہ" قرآن و سنت کے مطابق نبی کریم ﷺ کی توہین کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ لفظ "سب" کا مطلب "انتہا میں ہونا" نقصان پہنچانا، "گرائنا" اہانت کرنا، توہین کرنا، دشمنی کرنا، اشتعال دلانا، جذبات مجروح کرنا، مشکل یا مصیبت میں ڈالنا، بہتان طرازی کرنا، منصب سے گرا، "خفارت کرنا وغیرہ ہے۔

(Arabic English Lexicon, E.W.Lane, Book-1 Part-1 P.44)
لفظ "شتم" کا مطلب تذلیل کرنا، گالی دینا، انتقام لینا، ذلت ڈھونڈ کرنا، ملامت کرنا، شہرت کو گرا، (وقار مجروح کرنا) ہے۔

(PLD 1991 FSC 10 P.26)
نمبر 66: عمل تمام ماہرین قانون اور اسکالرز اس بات پر متفق ہیں کہ یہ الفاظ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق ہیں اور اگر کوئی شخص کسی بھی نبی یا رسول کی شان میں کسی بھی انداز میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرے تو اس کی سزا صرف موت ہے۔

نمبر 67: اوپر کی گئی بحث کے تناظر میں ہم یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ پاکستان ہینٹل کوڈ 1860ء سیکشن 295 سی میں توہین رسالت کی سزا موت اور عمر قید ہے جو قرآن و سنت سے مطابقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ قرآن و سنت میں توہین رسالت کی سزا صرف موت ہے عمر قید نہیں اس لیے عمر قید کا لفظ ختم کر دینا چاہیے۔ (PLD 1991 FSC p.10)

18 پاکستان میں عدلیہ کی موجودہ روایات کے مطابق منبسط آئینی قانون عدالتوں میں موجود ہے۔ اس واضح نظام کے تحت ہر جرم جس پر موت کی سزا ہے سیشن کورٹ میں ٹرائل کیا جاتا ہے۔ کریمنل کوڈ 1898ء کا باب XXIIA (22A) اور قانون شہادت آرڈر ایک شفاف ٹرائل (منصفانہ سماعت) کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء کے دستور میں اٹھارویں ترمیم ایکٹ 2010ء کے دوسرے حصے (Part II) کے مطابق قانونی طور پر ہر ملزم کے شفاف ٹرائل کو یقینی بناتی ہے اور آئین کے مطابق اس امر کو یقینی بنایا جائے گا کہ کسی بھی شہری پر لگنے والے مجرمانہ الزام پر اسے عدالتی پراسس (عمل) میں شفاف ٹرائل (منصفانہ سماعت) کا حق ملے۔ پاکستان میں اس نظام عدل کے تحت ہر ملزم کو ایک قانونی ماہر کی خدمات مہیا کی جاتی ہیں اور اسے اپنے دفاع کا مکمل حق دیا جاتا ہے اور کسی بھی شخص یا ملزم کو خود قانونی دفاع یا اپنے پسندیدہ وکیل کی خدمات لینے سے نہیں روکا جاتا۔ یہ آئین پاکستان کے آرٹیکل (دفعہ) نمبر 10 کی شق نمبر 1 بعنوان "بنیادی انسانی حقوق" کے عین مطابق ہے۔

سیکشن نمبر 374: جب سیشن کورٹ کسی شخص کو سزائے موت سناتی ہے تو یہ کیس (مقدمہ) ہائی کورٹ میں بھیج دیا جاتا ہے اور اس وقت تک سزا پر عمل درآمد نہیں ہو سکتا جب تک ہائی کورٹ سزائے موت کی توثیق نہ کر دے۔

18 ایک ملزم جو کہ سیشن جج یا ایڈیشنل سیشن جج کی طرف سے سزائے موت ہو رہا ہو ہائی کورٹ میں کریمنل کوڈ 1898ء کے سیکشن 410 کے تحت اپیل کر سکتا ہے۔ بریت کی صورت میں صوبائی حکومت پبلک پراسیکیوٹر کو ہدایت کر سکتی ہے۔ کریمنل کوڈ 1898ء کے سیکشن 417 کے تحت ہائی کورٹ میں اپیل کرے۔

متاثرہ فریق سیکشن 417 کی ذیلی شق 2A کے مطابق اس سلسلے میں ہائی کورٹ کے علاوہ کسی اور عدالت سے بریت کے بعد اعلیٰ عدالتوں میں سزائے خلاف اپیل کر سکتا ہے۔

19 کوئی بھی کیس جو ہائی کورٹ میں سیکشن 374 کے تحت آیا ہو کریمنل کوڈ 1898ء کے سیکشن 376 کے تحت ہائی کورٹ اس کی سزائے موت کی توثیق کر سکتی ہے یا کوئی نئی سزائے موت سن سکتی ہے یا نئی فرد جرم لگا سکتی ہے یا اسی الزام میں یا کسی اور الزام میں دوبارہ سماعت کا حکم دے سکتی ہے یا متعلقہ فرد کو بری کر سکتی ہے۔

اس موقع پر میں آپ کی توجہ اس معاملے کے ایک پہلو کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ بعض لوگ پروپیگنڈے کے زیر اثر ایک غلط تاثر دیتے ہیں کہ پاکستان میں اس حوالے سے جو قوانین ہیں وہ حقوق انسانی کے بین الاقوامی معیار پر پورا نہیں اترتے یا یہ قوانین عالمی سطح پر قابل قبول نہیں ہیں۔ یہ تاثر مکمل طور پر بے بنیاد اور غلط ہے۔ اس حوالے سے قریب ترین مثال بھارت کی پیش کی جا سکتی ہے جہاں 1973ء کے کریمنل کوڈ (1974ء کے ایکٹ 2) کے باب نمبر 28XXVLLL (28XXVLLL) میں شق 366 سزائے موت سیشن کورٹ کی طرف سے ہائی کورٹ کی طرف بھیجا جاتا ہے جب سیشن کورٹ کسی شخص کو سزائے موت سناتی ہے تو کیس ہائی کورٹ میں داخل کیا جائے گا اور سزا پر اس وقت تک عمل درآمد نہیں کیا جائے گا جب تک ہائی کورٹ اس کی توثیق نہ کر دے۔

تقاضی مطالعہ کے لیے اگر ہم پاکستان کے قانون کو دیکھیں تو کریمنل کوڈ 1898ء کی دفعہ 374 بھی یہی کچھ کہتی ہے۔ شق 374 سزائے موت کا سیشن کورٹ کی طرف سے ہائی کورٹ میں داخل کیا جاتا ہے جب سیشن کورٹ سزائے موت سناتی ہے تو کیس ہائی کورٹ میں داخل کیا جائے گا اور سزا پر اس وقت تک عمل درآمد نہیں کیا جائے گا جب تک ہائی کورٹ اس کی توثیق نہ کر دے۔

اس تقاضی مطالعے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پاکستان کریمنل کوڈ 1898ء اور اٹھارویں ترمیم کریمنل کوڈ 1973ء میں الفاظ تک یکساں ہیں۔ اس ثابت شدہ تجزیے کے تناظر میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اس سلسلے میں پاکستان میں حالیہ قوانین اس طرح کے مقدمات کے ٹرائل اور قانونی اطلاق کے سلسلے میں بین الاقوامی معیار اور ضرورتوں کے عین مطابق ہیں۔ مجھے یہاں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان میں اس سلسلے میں موجود کریمنل کوڈ 1947ء کی آزادی کے بعد نہیں

بنایا گیا بلکہ اس سلسلے میں برطانوی عہد کا قانون ہی رائج رہا ہے۔

② پھر ایک اور حل ملزم یا سزا یافتہ (مجرم) کے لئے مہیا کیا گیا ہے کہ وہ کریمنل کوڈ 1898ء کے سیکشن 411A کے تحت اہل کر سکتا ہے۔ مزید ایک اور حل بھی مہیا کیا گیا ہے کہ کسی بھی ملزم یا کسی بھی سزا یافتہ شخص یا کسی بھی متاثرہ فریق کو۔

آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر 185 کی ذیلی شق 2 کے پیرا گراف A کے تحت پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالت (سپریم کورٹ) میں اہل کا حق بھی حاصل ہے۔ اس شق کے تحت سپریم کورٹ میں ایسے تمام مقدمات میں اہل کی جاسکتی ہے جن میں ہائیکورٹ فیصلہ دے چکی ہو۔

آرٹیکل (2) 185: ہائی کورٹ کی طرف سے سزائے موت کے آخری فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اہل کرنے کا حق ہوگا۔

اے..... اگر ہائی کورٹ کسی ملزم کی رہائی کی اپیل واپس کرتی ہے اور اسے سزائے موت دیتی ہے یا زندگی بھر کے لئے ملک بدری یا عمر قید کی سزا دیتی ہے یا نظر ثانی پر سزا پر سزا بڑھا دیتی ہے۔ یا

بی..... اگر ہائی کورٹ نے خود ہی اپنی مرضی سے ماتحت عدالت سے کوئی مقدمہ لے لیا ہے اور اس طرح کے فرائض میں ملزم کو سزا (یعنی سزائے موت) سنائی ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ یا

سی..... اگر ہائی کورٹ نے ہائی کورٹ کی توہین پر کسی شخص پر سزا مسلط کی ہے۔

③ سپریم کورٹ کے حتمی فیصلے کے بعد بھی یا کسی اور کورٹ اور ٹریبونل کے فیصلے کے بعد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کو آئین کے آرٹیکل نمبر 45 کے تحت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے معافی دے، سزائے موت کو سزائے عمر قید میں بدل دے یا سزا معاف کر دے یا تبدیل کر دے۔ کوئی بھی سزا جو کسی بھی عدالت 'ٹریبونل' یا کسی دوسری مجاز عدالت نے دی ہو صدر پاکستان کے ان اختیارات کی عدالتی جانچ پڑتال 'عہد المملکت' بمقابلہ ریاست کے کیس (PLD 2006 SC 365) میں کی گئی۔

اس کیس میں مجھے (باہر اعمان کو) معزز سپریم کورٹ آف پاکستان کو بطور ایڈووکیٹ مدد دینے کا شرف حاصل ہوا۔ (سلسلہ پیشین اور اپیلوں کے) اس بیج کی سربراہی چیف جسٹس آف پاکستان مسٹر جسٹس افتخار محمد چوہدری نے کی اور یہ بیج مسٹر جسٹس رانا بھگوان داس، مسٹر جسٹس فقیر محمد کھوکھر، مسٹر جسٹس محمد جاوید بٹ اور مسٹر جسٹس تصدق حسین جیلانی پر مشتمل تھا۔ فوری حوالہ کے لئے متعلقہ بیج دیا گیا ہے۔

..... آرٹیکل نمبر 45 (2) 48 اور 2A کریمنل پروسیجر کوڈ 1898ء اور دفعہ 402 کے تحت صدر پاکستان کے

اختیارات آئین کے آرٹیکل نمبر 45 کے تحت رعایت دیے جانے کے متعلق ہیں۔ اس آرٹیکل کی ساخت اور گنجائش یہ ہے۔

صدر پاکستان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بلا مداخلت کسی بھی جرم میں کسی کو بھی رعایت دے سکتے ہیں اور کوئی بھی ماتحت عدالت صدر کے اختیارات کو مسترد نہیں کر سکتی۔ صدر کے ایسے اختیارات آئین کے آرٹیکل 2A کی رو سے متجاوز نہیں ہیں۔ صدر کے یہ اختیارات سزا کو معاف کرنے، سزائے موت کو عمر قید میں بدلنے، سزا کو ملتوی کرنے، گھٹانے یا معطل کرنے یا کسی بھی سزا کو تبدیل کرنے کے حوالے سے ہیں اور یہ اختیارات سیکشن 402 کے خلاف نہیں ہیں جو کہ پاکستان کے کریمنل کوڈ 1898ء کا حصہ ہے۔

④ اوپر کی مکی طویل بحث جو کہ توہین رسالت کے سلسلہ میں سزائے موت کے متعلق ہے اور جس کا ذکر پہلے کوڈ 1860ء کے سیکشن 295 سی میں ہے۔ یہ اسلامی احکامات جو کہ قرآن پاک اور نبی کریم ﷺ کی سنت میں بیان کئے گئے ہیں کے عین مطابق ہے اور ان میں کسی بھی قسم کی تبدیلی یا ترمیم کی ضرورت نہیں۔

اس لئے وہ تمام حوالہ جات جن کا ذکر پیرا گراف نمبر 1 میں کیا گیا ہے۔ منفی اور قانون کی غلط تشریح پر مبنی ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973ء کے آرٹیکل 9 کے مطابق کسی شخص کی زندگی اور آزادی کو دوسروں پر ترجیح حاصل نہیں اور آئین کے آرٹیکل نمبر 25 کی شق نمبر 1 کے تحت تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور یکساں طور پر قانونی تحفظ کے حق دار ہیں۔

یہ واضح وجہ تھی کہ پاکستان ہینل کوڈ 1860ء کے سیکشن 295 سی کے مقدمات سیشن کورٹس میں ہی فرائض کئے جاسکتے ہیں اور عام وجوہات کی بناء پر اس کو کسی ٹریبونل کورٹ میں فرائض نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب کچھ فرائض کے عمل کو شفاف، کھلا، صاف اور معتبر بناتا ہے۔

⑤ ایک اور پہلو (معاملہ) جس پر مختصر انداز میں بات ضروری ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں مذہب کی آزادی پاکستان کا آئین ہر کسی کے لیے آزادانہ طور پر کوئی بھی مذہب اختیار کرنے اور مذہبی ادارے بنانے کو اس کا بنیادی حق تسلیم کرتا ہے جو کہ قانون کے دائرے کے اندر ہو۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 کے پیرا گراف A کے مطابق "یہ ضمانت دی جاتی ہے کہ ہر شہری کو اس کے مذہب کی پرکٹیس، اس کی اشاعت اور اس کی وضاحت کی آزادی ہے اور پیرا گراف B کے تحت ہر مذہبی گروہ اور ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، برقرار رکھنے اور چلانے کا حق ہوگا۔"

اس آرٹیکل میں جو بیان کیا گیا ہے وہ انصاف، قانون اور آئین کے بین الاقوامی اصولوں سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس میں ہر فرقے کو اپنے مذہب کی پرکٹیس، اشاعت اور اس کی وضاحت اور اسے آگے بڑھانے کی مکمل آزادی ہے اور ان

کواپنے مذہبی اداروں کو چلانے کی مکمل آزادی ہے۔ مگر بے شک یہ سب کچھ قانون پبلک آرڈر (عوامی مزاج) اور اخلاقیات کے دائروں میں رہ کر کرتا ہے۔

24 پاکستان ایک ذمہ دار ریاست کی طرح مقدمات کے سلسلے میں اپیلوں، آئینی اور دیگر عملی حل کے متعلق ایک بھرپور آئینی دھانچہ مہیا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 1986ء سے لے کر آج تک اس قانون کے تحت کسی کو سزائے موت نہیں دی گئی۔ یہ حقیقت ایک واضح ثبوت ہے کہ ہمارے ملک میں عدالتی کاروائیاں انتہائی مضبوطی کے ساتھ قانون پر عمل پیرا ہیں۔

25 وزارت داخلہ کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ اس معاملے میں قانونی راستہ اختیار کرے۔ اس معاملے میں ایگزیکٹو کو کسی ایکشن کی ضرورت نہیں۔ مسات عاصیہ نورین کو کریمینل کوڈ 1898ء کی شق 410 کے تحت پہلے ہی قانونی طور پر امداد حاصل ہے۔ وہ ہائیکورٹ میں اپیل کر کے عدالت کے فیصلہ اور اپنی سزا یعنی سزائے موت کو چیلنج کر سکتی ہے۔

26 اس لئے وزارت اقلیتی امور کی طرف سے وزیراعظم پاکستان کو کی گئی درخواست جو کہ وزارت قانون، انصاف اور پارلیمانی امور نے قانون تحفظ ناموس رسالت کو مد نظر رکھتے ہوئے بہت غور سے دیکھی ہے۔ اقلیتوں کی طرف سے دی گئی درخواست میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ لہذا اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا۔

27 جب سے وزارت خارجہ نے وزارت داخلہ کی طرف سے بھیجے گئے مواد کو دیکھنا شروع کیا ہے تو یہ مناسب لگتا ہے کہ حالیہ نظر ثانی شدہ فیصلے کی ایک نقل وزارت خارجہ کو بھیجی جائے۔ اس جائزے کی ایک کاپی وزارت خارجہ کو ارسال کر دی گئی ہے۔ اس چیز کی سفارش بھی کی گئی ہے کہ وزیراعظم تمام ڈویژنوں اور دیگر متعلقہ اداروں (حلقوں) کو وزارت قانون، انصاف و پارلیمانی امور کی رائے کے بغیر کسی قسم کے عوامی تبصروں سے گریز کرنے کی ہدایت کریں کیونکہ یہ گورنمنٹ آف پاکستان کے بزنس رولز 1973ء کے تحت ضروری ہے۔

ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان

وفاقی وزیر قانون، انصاف اور پارلیمانی امور

برائے: وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان، اسلام آباد

نقول:

۱..... بینکر قومی اسمبلی پاکستان، اسلام آباد

۲..... وزیر امور خارجہ، اسلام آباد

۳..... وزیر داخلہ، اسلام آباد

وزیراعظم سیکرٹریٹ اسلام آباد

عنوان: پاکستان میں قوانین تحفظ ناموس رسالت کے متعلق اٹھنے والے

سوالات کا تفصیلی جائزہ:

28 وزیراعظم پاکستان، وزیر قانون، انصاف و پارلیمانی امور کی طرف سے پیش کی تجاویز کو (قانون تحفظ ناموس رسالت کے حق میں) بخوشی منظور کرتے ہیں اور اس سلسلے میں متعلقہ وزارتوں کو قابل عمل تجاویز کے متعلق ہدایت جاری کی جارہی ہیں۔ منظور شدہ تجاویز کاپی الگ سے ارسال ہے۔

دستخط: جنرل (مختار لاشاری)

پرنسپل سیکرٹری برائے وزیراعظم پاکستان

8 فروری 2011ء

وزارت قانون، انصاف اور پارلیمانی امور

611/M/PSPM/M/2011

[illegible][illegible]

1998. Powers, articulation and functions of the vocal tract. The vocal tract, when it is used to produce the sounds of a spoken language, is called the vocal tract. It is a complex system of organs and muscles that work together to produce the sounds of a spoken language. The vocal tract is divided into two main parts: the vocal tract proper and the vocal tract accessory. The vocal tract proper is the part of the vocal tract that is directly involved in the production of sound. It includes the larynx, pharynx, oral cavity, and nasal cavity. The vocal tract accessory is the part of the vocal tract that is not directly involved in the production of sound. It includes the lips, teeth, and jaw. The vocal tract is a complex system of organs and muscles that work together to produce the sounds of a spoken language. The vocal tract is divided into two main parts: the vocal tract proper and the vocal tract accessory. The vocal tract proper is the part of the vocal tract that is directly involved in the production of sound. It includes the larynx, pharynx, oral cavity, and nasal cavity. The vocal tract accessory is the part of the vocal tract that is not directly involved in the production of sound. It includes the lips, teeth, and jaw.

[illegible]

It's pretty to never let your soup slide above the level of the broth. As soon as liquid is added to the pot, it's time to stir. And to a certain extent, you can't let the soup sit for too long. If you do, the soup will be too thick and you'll have to add more liquid.

لَا تَعْمَلُوا مِثْلَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ وَلَكُمْ كَذِبٌ فِي مَا تَعْمَلُونَ
يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْكُمْ كِبَرُكُمْ وَأَنْتُمْ كَالَّذِينَ يَلْعَبُونَ
بِأَعْيُنِهِمْ إِنَّهُمْ عَنْ أَسْرِهِمْ لَا أَعْيُنُهُمْ ۖ إِنَّمَا كُنْزٌ فِي
أَيْدِيهِمْ وَهُمْ لَا يُحْسِبُونَ ۚ

When we are talking to the newspaper, we are talking to you. And we are talking to the people who are reading the paper. We are talking to the people who are living in the city. We are talking to the people who are living in the country. We are talking to the people who are living in the world.

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ ظُلُمَاتٍ إِلَى نُورٍ بِإِذْنِهِ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾

There is something, from nature in both and the language, and only nature then, and that comes true, and may partly turn at every power and at the time of day.

7. In the past, a few writers have had ideas about the future that were not based on scientific knowledge.

وَيُخَوِّدُ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الصَّادِقِينَ ﴿٥٥﴾

And of these are those who say the Prophet and his law is only a human law. A heaver of good for you, who ignorantly as Allah and as true in the hereafter, and a worry for such of you as believe. Those who say the messenger of Allah, he has said is a person from.

Shari' Al-Taqwa, Volume 17

إِنَّمَا يَرْجُو الْفَوْزَ وَالْكَرَامَ وَالْجَنَّةَ فِي الْآخِرَةِ وَابْتَدَأَ
بِالْأَوَّلِ ۖ وَمِنْ حَيْثُ كَانَ الْبَدْءُ كَانَ الْخَوَلَاءُ ۖ

Let those who malign Allah see his messenger, Allah both correct them in the world and the hereafter, and then present to them the fruits of his anger.

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا
لَهُ وَالْقَوْلُ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا
تَشْعُرُونَ ﴿١٠﴾

[illegible][illegible]

PSPM

Government of Pakistan
Ministry of Law, Justice & Parliamentary Affairs

Subject: A DETAILED EXAMINATION OF QUESTIONS ARISING OUT OF BLASPHEMY LAWS IN PAKISTAN.

The instant reference emanates from a number of letters written by different individuals, organizations, foreigners etc, to the Prime Minister of Pakistan which were sent to this Ministry vide PM's Secretariat u.o. No.5(30)/FSA/2010, dated 30th December, 2010 and OGW/Misc/Asia bibi/2011, dated 15th January, 2011 as well as a separate reference sent by the Ministry of Interior vide their letter No. u.o. 7/32/2010-Ptns, dated 8th December, 2010 to this Ministry. All are related to the conviction of Mst. Asia Noreen (a convict sentenced under the blasphemy law by a court of competent jurisdiction) Still another reference is sent by the Ministry of Minorities calling for amendment in the blasphemy laws in Pakistan.

2. The Ministry of Foreign Affairs vide u.o. No. DG(Americas)-1/2010, dated 23rd November, 2010 sent a reference on the same issue to this Ministry.

3. The Secretariat of National Assembly of Pakistan vide No.F 23(45)/2010-Legis, dated 15th December, 2010 sent a reference seeking views/comments of this Ministry on a Private Member's Bill moved by Mst. Shehrbano Rehman (Sherry Rehman), MNA, titled as "the Criminal Law (Review of Punishment for Blasphemy) (Amendment) Bill, 2010", calling for amendment in the blasphemy laws in Pakistan as enshrined in the Pakistan Penal Code 1860 as well as in the Code of Criminal Procedure 1898. The query of the National Assembly Secretariat for ready reference is reproduced hereinbelow:

"The undersigned is directed to state that Ms. Sherry Rehman, MNA has given notice of her intention to introduce the Criminal Law (Review of Punishment for Blasphemy) (Amendment) Bill, 2010, (Copy enclosed). It has been decided that before taking further action with regard to its admissibility, the views/comments of the Ministry of Law, Justice and Parliamentary Affairs may be solicited in the light of Federal Shariat Courts decision reported in PLD 1991 Federal Shariat Court 10."

PRIME MINISTER'S SECRETARIAT
ISLAMABADSubject: A DETAILED EXAMINATION OF QUESTIONS ARISING
OUT OF BLASPHEMY LAWS IN PAKISTAN

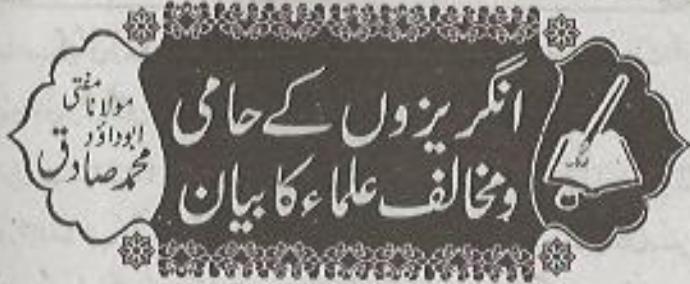
28. The Prime Minister has been pleased to approve the proposals contained in the subject note of Minister for Law, Justice & Parliamentary Affairs. Ministries concerned are being conveyed necessary directions on actionable proposals, copies of which are being endorsed to you separately.

Sharada

(Khushnood Akhtar Lashari)
Principal Secretary
to the Prime Minister
08.02.2011

Minister for Law, Justice and Parliamentary Affairs

No. 611 / PSLM / 01 / 2011



روحانی تنزل و اخلاقی گمراہی اور تعصب و نفسانیت کے تحت مکار و کذاب انگریز گوبہلو کے اس مقولہ کے مطابق کہ ”جھوٹ اس کثرت و تسلسل کے ساتھ بولو کہ لوگ اسے سچ سمجھ گئیں“۔ جو باطل پروپیگنڈا اور جھوٹی کہانیاں تاریخ میں شامل کر دی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی (مصنف تقویۃ الایمان) اور ان کے پیرو سید احمد بریلوی تحریک آزادی کے ہیرو اور انگریز کے سخت مخالف تھے۔ یہ وہ کذب بیانی ہے جس کا تحریر و تقریر میں تذکرہ کرتے ہوئے بزرگموش بڑے بڑے نام نہاد مورخ و پڑھے لکھے جہلاء و زرائع شرماتے۔

مزید ستم ظریفی یہ ہے کہ اس غلط پروپیگنڈا کی بناء پر جو حضرات واقعی تحریک آزادی کے قائد، انگریز کے خلاف اور سچ معنی میں مجاہدین اسلام اور انگریز کا نشانہ تھے ان کی نہ صرف حق تلفی ہوئی ہے بلکہ پوری طرح ان کی کردار کشی کی کوشش بھی کی گئی ہے جیسا کہ قائد جنگ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی ؒ۔

اعتراف حقیقت:

مولوی محمد اسماعیل پانی پتی نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے اور محققانہ، مؤرخانہ اور منصفانہ طور پر مختلف تواریخ و مؤرخین کی تحقیقات کا خلاصہ بڑی عمدگی کے ساتھ پیش کیا ہے اور اس سلسلہ میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ تاریخی حقائق و واقعات کو ترتیب دیا ہے۔ مزید لطف کی بات یہ ہے کہ ”پانی پتی“ صاحب کوئی متعصب و مخالف مؤرخ نہیں بلکہ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیرو سید احمد صاحب بریلوی کے مداح و عقیدت مند ہیں بلکہ ان کو وقت کا مجدد اور نہایت درویش ملت بزرگ مانتے ہیں اور بہت عقیدت و احترام سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ (حاشیہ مقالات سرسید، حصہ 16، ص 253)

مقالات سرسید کے حاشیہ پر مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے تذکرہ میں مولوی محمد اسماعیل پانی پتی نے لکھا ہے کہ ”جناب ظلیف احمد نظامی نے 1857ء کا تاریخی روزنامہ کے دیباچہ میں یہ ثابت کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف پیدا ہونے والی تحریکوں کے بانی دراصل حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسماعیل ہی تھے اور 1857ء میں جو کچھ ہوا وہ ان دونوں حضرات کی تبلیغ کا ہی نتیجہ تھا مگر اس بیان کو حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ حضرت سید احمد بریلوی

اور حضرت شاہ صاحب کی عملی زندگی سب پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ چنانچہ ان حضرات کے انگریزوں سے جیسے اچھے تعلقات تھے وہ کوئی دھکی چھپی بات نہیں۔

یہ بات دوسری ہے کہ 1857ء کے چند سال بعد سید صاحب کے قلعین نے سرحد پر لڑائیاں شروع کر دیں مگر اس کا ذمہ دار سید احمد اور شاہ صاحب کو قرار دیا نہیں جاسکتا کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ تحریکوں کے ہائیوں کے مرجانے کے بعد پسماندگان اپنی اپنی راہیں خود متعین کر لیا کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر بعد والوں نے انگریزوں کے خلاف کچھ کیا تو یہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔ سید صاحب اور شاہ صاحب نے جو کام نہیں کیا اور جس کے کرنے کا نہ کبھی اظہار کیا اس کو خواہ مخواہ ان کے ذمے لگانا تاریخ کے ساتھ ظلم کرنا ہے۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ ملک کے آزاد ہو جانے کے بعد ہر مذہبی جماعت اپنے اپنے اکابر کو انگریز دشمن ثابت کرنے میں مصروف ہے (چاہے ان کے اکابر انگریز دوست ہی کیوں نہ ہوں) اور یہی جذبہ شاہ صاحب اور سید صاحب کو انگریز دشمن ثابت کرنے کے لیے مجبور کر رہا ہے اور یہ جذبہ پیدا بھی ایسے مصنفوں میں ہوا ہے، جن کے قلم کے حسن کی "کرشمہ سازیاں" خاص شہرت رکھتی ہیں۔ (حاشیہ مقالات سرسید، حصہ 16، ص: 318-319)

مولوی محمد اسماعیل پانی پتی نے سید احمد صاحب کے تذکرہ پر مزید لکھا ہے کہ "اس زمانہ میں بعض حضرات کہنے لگے ہیں کہ دراصل حضرت سید احمد کا مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا تھا، سیکھ تو ایسے ہی درمیان میں آ گئے یا اگر سکھ آزادی وطن کے جہاد میں حضرت سید احمد کا ساتھ دینے کیلئے تیار ہوتے تو خود ان سے رزم و پیکار کی کوئی وجہ نہ ہوتی یا سکھوں سے فارغ ہونے کے بعد حضرت کا پختہ ارادہ انگریزوں سے جہاد کا تھا۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ ان تیوں بیانات کا کوئی حقیقی ثبوت موجود نہیں اور صاف اور سچی بات یہی ہے کہ ہرگز ہرگز حضرت کا ارادہ انگریزوں سے جہاد نہ تھا۔

اگر ایسا ہو تو سرسید (جو حضرت کے سب سے قریب العہد مورخ ہیں) ضرور اس کا ذکر کرتے۔ سرسید کا یہ بیان اس لحاظ سے بھی نہایت معتبر و مستند اور محکم و مضبوط ہے کہ سید احمد سرسید کے زمانہ میں تھے اور ان کی شہادت کے صرف چودہ پندرہ برس بعد ہی سرسید نے ان کا تذکرہ لکھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس سے پہلے کا کوئی بیان حضرت کے ضمن میں موجود نہیں۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ حضرت کے متعلق اس اولین بیان کو جو ان کے ایک ہم عصر نے دیا ہے، ہم معتبر و مستند نہ سمجھیں۔

• ڈاکٹر ہنٹر:

اسماعیل پانی پتی ہی نے لکھا ہے کہ "علاوہ ازیں ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کے جواب میں جو مضمون سرسید نے 1871ء میں

لکھ کر انگریزی اخبار "پانیپت" میں اور اردو میں علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں شائع کرایا تھا۔ اس سے بھی نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے جہاد کا رخ صرف اور صرف سکھوں کے خلاف تھا۔ (مقالات سرسید، حصہ 16، ص: 141-143)

• گارنر دتاسی:

نبی پانی پتی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ "دوسرا ہم عصر مورخ فرانس کا مشہور مستشرق گارنر دتاسی ہے، جس کی "تاریخ ادب اردو" کی تلخیص اردو میں "طبقات شعراء ہند" کے نام سے مولوی کریم الدین پانی پتی اور ایک انگریز ایف فیلن نے 1848ء میں شائع کی۔ اس میں گارنر دتاسی نے سید احمد کے متعلق صاف طور پر لکھا ہے کہ "وہ تیس برس کا عرصہ ہوا کہ سکھوں کے خلاف جہاد کرتا ہوا مارا گیا"۔ (طبقات شعراء ہند، ص: 95، مطبوعہ: 1848ء) اور اس بات کا اشارہ بھی ذکر نہیں کرتا کہ وہ (یعنی سید احمد) انگریزوں کا بھی دشمن تھا اور ان کے خلاف جہاد کرتا یا جہاد کا ارادہ رکھتا تھا۔

• نواب صدیق حسن خان:

نواب صدیق حسن خان نے بھی "ترجمان دہلیہ" کے ص: 21-88 پر یہی بات لکھی ہے کہ حضرت کا جہاد انگریزوں کے خلاف نہ تھا۔ ان ہم عصر (مشاہیر) مورخوں (سرسید، ڈاکٹر ہنٹر، گارنر دتاسی، نواب صدیق حسن خان) کے واضح بیانات کی موجودگی میں اب 117 برس کے بعد یہ کہنا کہ "نہیں! حضرت انگریزوں کے خلاف جہاد کا عزم بالجمہ رکھتے تھے"۔ ایک ایسا دعویٰ ہے جو اپنے ساتھ کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں رکھتا۔

علاوہ ازیں ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر حضرت (سید احمد) انگریزوں کے دشمن ہوتے اور ان کے خلاف جہاد کا ارادہ رکھتے یا اس سلسلہ میں کوئی جدوجہد کرتے یا لوگوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے آمادہ عمل کرتے یا عوام و خواص میں اس ارادہ کا اظہار کرتے تو انگریز ہرگز ہرگز ایسے یوقوف اور ناواقف نہیں تھے کہ اپنے دشمن کو مکملی پھمکی دے دیتے کہ ہمارے ملک میں جیت کر ہمارے خلاف بے فکری سے جہاد کی تیاری کرو۔ وہ تو فوراً اس کا قلع قمع کر کے رکھ دیتے جیسا کہ ان سب لوگوں کا کر دیا جن کو انہوں نے اپنا مد مقابل اور دشمن سمجھا۔

انگریز کی معاونت:

برخلاف اس کے سید احمد سے انگریز شروع سے آخر تک نہایت نرمی و ملامت، نہایت ہمدردی و اعانت، نہایت شفقت و مروت اور نہایت تقسیم و تکریم سے پیش آتے رہے۔ چنانچہ انگریزوں نے ان کی دعوتیں کیں، سکھوں کے خلاف ان کے جہاد کو نہایت پسند کیا اور اس پر طوفی کا اظہار کیا۔ ان کی جہادی سرگرمیوں پر اپنے علاقہ میں ہرگز کوئی پابندی عائد

علامہ فضل حق خیر آبادی:

بڑے تماشے کی بات یہ ہے کہ ہنگامہ 1857ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں وہ سب کے سب علماء کرام (علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے رفقاء) شامل تھے، جو عقیدہ حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسماعیل کے شدید ترین دشمن تھے اور جنہوں نے حضرت اسماعیل کے رد میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ (حاشیہ مقالات سرسید حصہ: 16 ص 248-252)

مولانا فضل حق عجیب و غریب قابلیتوں اور کیا تئوں کے مالک تھے۔ نہایت عالم و فاضل، بڑے مفتی و قاضی، بے نظیر شاعر، بے مثل ادیب، اعلیٰ پایہ کے مدرس۔ 1857ء کے ہنگامہ میں انگریزوں کے خلاف سخت حصہ لیا جس کے نتیجہ میں گرفتار کر کے کالے پانی بھیج دیئے گئے جہاں اس فاضل اجل اور عالم بے بدل نے نہایت کسمپرسی اور بے بسی و لاچاری کی حالت میں 20 اگست 1861ء کو انتقال کیا۔ علم و دانش اور فضل و ہنر کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ بہت سی بلند پایہ تصانیف اور تین صاحبزادے اپنی یادگار چھوڑے۔ (حاشیہ مقالات سرسید حصہ: 16 ص 330)

نوٹ: مولوی محمد اسماعیل پانی پتی کے مذکورہ مدلل تاریخی مضمون میں حق کی روشنی میں تصویر کے دونوں رخ قارئین کے سامنے ہیں۔ ہر شخص جان پہچان سکتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیرو سید احمد صاحب اور ان کے پیرو کار کون تھے اور قائد جنگ آزادی کا قائلہ سالار حریت و مجاہد اسلام علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے رفقاء کا علماء اہلسنت (رحمۃ اللہ علیہم) کون تھے؟ گورنمنٹ برطانیہ کے وفادار و نمک خوار اور جاسوس و آکے کار کون تھے؟ سفید فام و سیاہ دل انگریزوں کے ساتھ برسر پیکار اور اس کے معتب و نشانہ ظلم کون تھے؟؟؟

نواب صدیق حسن کی تصدیق:

مولوی اسماعیل پانی پتی نے مولوی اسماعیل دہلوی و سید احمد بریلوی اور مولانا فضل حق خیر آبادی کے متعلق جو حقیقت واقعی نقل کی ہے غیر مقلدین و ہابیہ کے پیشوا نواب صدیق حسن خان نے بھی بایں الفاظ اس کی تصدیق کی ہے کہ ”جتنے لوگوں نے ندر 1857ء میں شرف و فساد کیا اور حکام انگلیش سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حق تھے، نہ (الحدیث) متبعان حدیث نبوی۔ (ترجمان و ہابیہ ص 25)

علامہ ازیں سرسید علی گڑھی نے مولوی اسماعیل دہلوی و سید احمد بریلوی کے متعلق تحریر کیا ہے کہ وہ انگریزوں کے خلاف نہ تھے بلکہ اس کے حامی و ہوا تھے۔ اس سلسلہ میں بھی نواب صدیق حسن خان نے سرسید کی شہادت پر بدیں الفاظ امر تصدیق شہادت کی ہے کہ ”اس مفہوم (و ہابیوں) سے انگریز کی مخالفت کا دوسرے سید احمد خان بہادر نے بخوبی اپنی کتاب (واکٹر و سٹ کی

نہیں کی بلکہ جب ایک انگریز مجسٹریٹ نے ایسا اقدام کرنا چاہا تو انگریز حکومت نے سختی سے اسے روک دیا اور مجسٹریٹ کو حکم دیا کہ سید احمد اور ان کے لشکر سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔

پھر جب تک مجاہدین (تحریک بالاکوٹ) سرحد پر سکھوں سے برسر پیکار رہے پٹنہ بنگالی اور دوسرے انگریزی علاقوں سے برابر ان کے پاس روپیہ اور سامان بلا روک ٹوک پہنچتا رہا۔ جب جمع شدہ چندہ میں ایک ہندو مہاجن نے تغلب اور بد دیانتی کی تو اس کا دعویٰ بھی مہاجن پر شاہ محمد اسحاق نے انگریزی عدالت میں کیا اور انگریزی عدالت نے مجاہدین کے حق میں فیصلہ دیا اور روپیہ مجاہدین کو دلوا دیا جو فوراً سرحد بھیج دیا گیا۔

نا قابل تردید:

ان متذکرہ بالا ساری باتوں کے ثبوت مستند تاریخوں و معتبر بیانون میں موجود ہیں، جن سے انکار کی جرأت کوئی شخص نہیں کر سکتا اختصار کی وجہ سے ہم نے یہاں حوالے نہیں دیئے۔ (الغرض) اگر ذرا سا بھی شہد انگریزوں کو ہوتا کہ سید احمد ہم پر جہاد کا قصد رکھتے ہیں اور اس غرض کے لئے سامان افوج اور روپیہ جمع کر رہے ہیں تو وہ آپ کو فوراً ہی گرفتار کر کے چٹائی پر لٹا دیتے۔

انگریز کے جاسوس:

اس سلسلہ میں یہ امر بھی خاص طور سے غور طلب ہے کہ جب حضرت (سید احمد) صوبہ سندھ اور سرحد کے علاقہ میں داخل ہوئے جو اس وقت انگریزی عملداری میں نہ تھے تو ان کے متعلق عام طور سے یہ شہ کیا گیا کہ یہ انگریزوں کے جاسوس ہیں اور یہ شہ محض اس بناء پر کیا گیا کہ حضرت کے تعلقات انگریزوں سے نہایت خوشگوار تھے، (وگرنہ) ان پر انگریزوں کے جاسوس ہونے کا شہد بھی نہ کیا جاتا۔

ایک بڑا پختہ ثبوت اس بات کا کہ حضرت سید احمد اور آپ کے مجاہدین کی نیت یا ارادہ یا خیال ہرگز نہ تھا کہ انگریزوں سے جہاد کیا جائے یہ ہے کہ حضرت سید احمد کے شہید ہونے کے صرف 26 برس بعد جب 1857ء میں ہر طرف انگریزوں کے خلاف بغاوت کے شعلے زور و شور سے بھڑکے، ہندوستان کی سرزمین انگریزوں پر تنگ ہو گئی تو اس قیامت خیز ہنگامہ میں حضرت سید احمد کے گروہ کا ایک شخص بھی شریک نہ ہوا۔ (مقالات سرسید حصہ: پنجم ص 163)

حالانکہ یہ موقع صرف سید احمد کی جماعت کے لئے انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا بہترین موقع تھا کیونکہ اس وقت بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ انگریزوں کی حکومت اب گئی اور اب گئی۔

لفظ فہمیوں کا ازالہ) میں لکھ دیا ہے اور وہ براہ انصاف و معاملہ شناسی کے نزدیک گورنمنٹ وغیرہ کے مقبول بھی ٹھہرا۔
(ترجمان وہابیہ ص: 52)

الہمدیث و ہفت روزہ خدام الدین کی گواہی:

مولوی محمد اسماعیل پانی پتی اور نواب صدیق حسن کی طرح دیوبندی وہابی کتب فکر کے ترجمان ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور وغیرہ مقلدین وہابیہ کے ترجمان ہفت روزہ "الہمدیث" لاہور نے بھی جنگ آزادی میں علامہ فضل حق خیر آبادی کے مجاہدانہ کردار کو سراہا ہے۔ خدام الدین نے لکھا ہے کہ "مولانا فضل حق خیر آبادی بھی باقی قرار دیے گئے اور جزیرہ اظہار روانہ کر دیے گئے جہاں ہندوستان کے یہ مجاہد جلیل واصل بن ہو گئے"۔ (خدام الدین 23 نومبر 1962ء)
رسالہ "الہمدیث" میں رقمطراز ہے کہ "علامہ فضل حق خیر آبادی نے جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس پر عدالت نے عمر قید ریائے شوریٰ سزا دی۔" (الہمدیث 16 جولائی 1984)
حسین احمد مدنی دیوبندی:

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی نے نقش حیات جلد 2 ص: 463/418 پر ایک طرف "سوانح احمدی" کے مصنف کے متعلق لکھا ہے کہ "مولوی محمد جعفر تھامیری، سید صاحب کے نہایت مستند سوانح نگار ہیں" اور دوسری طرف علامہ فضل حق خیر آبادی کے متعلق لکھا ہے کہ "علامہ کی شان استقلال کے قربان جانیے، خدا کا شیر (انگریزی عدالت میں) گرج کر کہتا ہے وہ فتویٰ (جہاد) صحیح ہے" میرا لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے عدالت نے جس دوام دریائے شور کا حکم سنایا۔ آپ نے کمال مسرت اور خندہ پیشانی سے سنا۔" (رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ وارضاء)
سکھوں سے جہاد کی حقیقت:

زیر نظر مضمون میں مولوی اسماعیل دہلوی و سید احمد بریلوی کے سکھوں کے ساتھ جہاد کا جو ذکر آیا ہے وہ نام نہاد جہاد صرف سکھوں کے خلاف نہ تھا بلکہ سرحد کے سنی مسلمان پٹھانوں کے خلاف بھی تھا۔ اس نام نہاد جہاد کے پس پردہ بھی درحقیقت انگریز کی خواہش کی تکمیل اور گورنمنٹ برطانیہ کے لئے پنجاب و سرحد کی راہ ہموار کرنا تھی۔

● سید احمد صاحب کے مستند قریبی سوانح نگار مولوی محمد جعفر تھامیری رقمطراز ہیں کہ "سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔ سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔ سید صاحب کے "الہام" کے مطابق آخر کار 1845ء میں یعنی معرکہ ہالا کوٹ کے چند برس بعد کل سلطنت پنجاب متعصب سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ہماری عادل سرکار (برطانیہ) کے قبضہ میں آگئی جس کو ہم (وہابی)

مسلمان اپنے ہاتھ پر فتح ہونا تصور کر سکتے ہیں اور غالباً سید صاحب کے "الہام" کی صحیح تاویل یہی ہوگی جو ظہور میں آئی۔
(سوانح احمدی ص: 138)

● مرزا حیرت دہلوی جو مولوی اسماعیل دہلوی و سید احمد بریلوی کے پیروکار و عقیدت مند ہیں۔ انہوں نے بھی مذکور حقائق کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "سید صاحب نے یہ اعلان کیا کہ سرکار انگریزی سے ہمارا مقابلہ نہیں اور نہ ہمیں اس سے کچھ خاصیت ہے..... (اس لئے) گورنمنٹ خود جانتی ہے کہ اس سلطنت کے قانون کو فرقہ الہمدیث نے کس قدر تسلیم کیا ہے اور اس کے کیسے فرمانبردار اور مطیع اس گروہ کے لوگ ہیں..... جو کبھی ان کاروائیوں میں شریک نہیں ہوئے جو گورنمنٹ کے خلاف لگئی جاتی ہیں"۔ (حیات طیبہ ص: 285-385)
علماء دیوبند و الہمدیث کی انگریز نوازی:

علماء الہمدیث و دیوبند چونکہ اپنے نجدی معتقدان کے باعث مولوی اسماعیل دہلوی کے مداح و پیروکار اور ان کی کتاب "تقویہ الایمان" پر کاربند ہیں۔ اس لئے ان دونوں کتب فکر کے علماء نے بھی اپنے پیرو کی پیروی میں مجموعی طور پر انگریز نوازی و انگریز دوستی کا خوب مظاہر کیا۔ اس سلسلہ میں علماء دیوبند کی "ابو حنیفہ اکیڈمی" فقیر والی ضلع بہاولنگر نے کتاب "الہمدیث اور انگریز" اور علماء الہمدیث کی "امام اعظم اکیڈمی" فیصل آباد نے کتاب "علماء دیوبند اور انگریز" شائع کر کے مدلل و مفصل طور پر ایک دوسرے کی انگریز نوازی و انگریز دوستی کا بھرپور طور پر ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ اس لئے اختصار کے پیش نظر اس وقت ہم دونوں فریق کی اسی دستاویز پر اکتفا کرتے ہیں۔
ہندوستان دارالسلام:

علماء الہمدیث و دیوبند کے نزدیک انگریزی دور کے ہندوستان کا دارالسلام و دارالامان ہونا بھی مسلم و واضح ہے۔

● "مجموعہ فتاویٰ" جلد اول میں علماء دیوبند کے مدد و مولانا عبدالحی کسٹونی نے فرمایا "مضیٰ نمائند کہ بلاد ہند کے در قبضہ نصاریٰ و دارالاسلام مستند"۔

● مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ "ترجیح ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کو ہی دی جائے گی"۔ (تظہیر الاخوان تھانوی ملخصاً)

● مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ "دارالحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علماء حال میں ہے۔ اکثر دارالاسلام کہتے ہیں۔" (فتاویٰ رشیدیہ جلد 1 ص: 7)

● صدیق حسن خان اہلحدیث نے انگریز کی حمایت و جہاد کی ممانعت پر ایک کتاب ”ترجمان وہابیہ“ لکھی۔ اس میں کہا ”میں کہتا ہوں کہ میں نے اپنی کتابوں میں مطابق مذہب حنفیہ ہندوستان کو دارالاسلام لکھا۔ اور ایک کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ہندوستان جن علماء کے نزدیک دارالحرب ہے ان کی دلیوں کی بنیاد پر بھی اس جگہ جہاد نہیں ہو سکتا گویا یہ نزاع لفظی ہے۔“ (ص: 49)

● مولوی محمد حسین دہلوی اہلحدیث نے بھی انگریز کی حمایت و جہاد کی ممانعت پر ایک مستقل کتاب ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ لکھی۔ (ص: 25)

اس میں یہ تصریح کی کہ ”ہندوستان باوجود یہ کہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے، دارالاسلام ہے۔“

● میاں نذیر حسین دہلوی ہندوستان کو ہمیشہ دارالاسلام فرماتے تھے۔ (الحمیات بعد الممات ص: 134)

ابوالحسن ندوی کے بقول اسماعیل دہلوی کو امام نہ ماننے والے کی سزا:

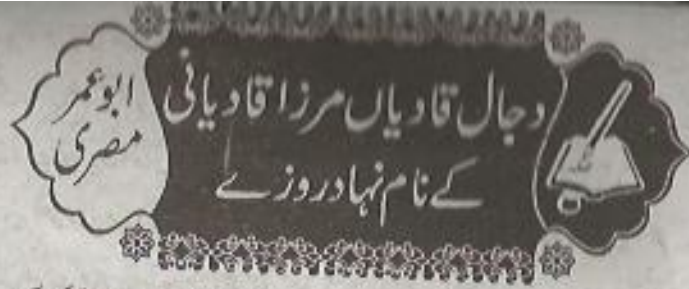
”جو شخص آنجناب (سید احمد) کی امامت قبول نہ کرے، ایسے باغی کا خون بہانا حلال اور اس کا قتل، قتل کفار کی طرح عین جہاد ہے۔ ایسے لوگ دوزخی کہتے، ملعون، اشرار ہیں۔ میرا یہی مذہب ہے۔“ (سیرت سید احمد شہید، ابوالحسن ندوی جلد: 1 ص: 533)

پیشوائے ”اہلحدیث و دیوبند“ کی خود انگریز دوستی و جبر پرستی اور دوسروں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کو نور و فکر ہے۔

﴿وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِين﴾

﴿زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنادے گی﴾

حضرت سلیمان کی والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا کہ پیارے بیٹے رات کو زیادہ نہ سویا کرو۔ رات کی زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنادیتی ہے۔ ﴿تفسیر ابن کثیر ج: 4 ص: 290﴾



انسان کو عبادت کرنے کا مزا اس وقت ہی نصیب ہوتا ہے جب دل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی سچی محبت اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی کامل اطاعت کا جذبہ موجزن ہو۔ ایسی حالت میں انسان فرائض کے علاوہ نوافل پر بھی دل جمعی سے مداومت اختیار کرتا ہے بصورت دیگر جب ریاکاری کی غرض سے عبادت کی جاری ہو تو پھر انسان فرائض کی ادائیگی میں بھی غفلت کا شکار رہتا ہے اور رخصت کے پہلو تلاش کرتا رہتا ہے۔ دجال قادیان مرزا قادیانی چونکہ نام نہاد مذہبی مصلح تھا جبکہ درپردہ انگریزی استعمار کا مکار مہرہ تھا چنانچہ اسلامی عبادات سے اس کو قلبی لگاؤ کس طرح ہو سکتا تھا؟ ہر وقت وہ فرائض عبادات میں بھی رخصت کا پہلو ڈھونڈنے کی کوشش کرتا اور تاویل سازی سے اپنے لیے کوئی نہ کوئی راہ نکالتا تھا۔ اس کی زندگی خصوصاً جمعوں و عموں مسیحیت کے بعد اکثر رمضان المبارک سردی کے موسم میں آیا لیکن مرزا قادیانی روزے رکھنے سے کسی نہ کسی طرح جان چھڑاتا رہا۔

سیرت الہدی کے حوالے سے مرزا قادیانی کے نام نہاد روزوں کی کیفیت:

مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی اپنے والد کی سیرت نگاری کرتے ہوئے رمضان کے موسم کے بارے میں لکھتا ہے۔

● ”مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود بیان فرماتے تھے کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے کہ اس نے ہمیں ایسے زمانہ میں مبعوث فرمایا کہ رمضان کا مہینہ سردیوں میں آتا ہے اور روزے زیادہ جسمانی تکلیف کا موجب نہیں ہوتے اور ہم آسانی کے ساتھ رمضان میں بھی کام کر سکتے ہیں۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ان دنوں میں رمضان دسمبر میں آیا تھا۔ خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ میں نے اس زمانہ کی جنتی کو دیکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے مسیحیت کا دعویٰ ۱۸۹۱ء میں فرمایا تھا اور ۱۸۹۱ء میں رمضان کا مہینہ ۱۱ مارچ کو شروع ہوا تھا۔ گویا یہ رمضان کے مہینہ کے لیے موسم سرما میں داخل ہونے کی ابتدا تھی۔ چنانچہ ۱۸۹۲ء میں رمضان کے مہینہ کی ابتدا ۳۱ مارچ کو ہوئی اور ۱۸۹۳ء میں ۲۰ مارچ کو ہوئی اور اس کے بعد رمضان

کا مہینہ ہر سال زیادہ سردیوں میں آتا گیا اور جب ۱۹۰۸ء میں مسیح موعود کا انتقال ہوا تو اس سال رمضان کے مہینہ کی ابتداء یکم اکتوبر کو ہوئی تھی۔ اس طرح گویا مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ تمام کا تمام ایسی حالت میں گزرا کہ رمضان کے روزے سردی کے موسم میں آتے رہے اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک فضل تھا جو اس کی تقدیر عام کے ماتحت وقوع میں آیا۔

بقول مرزا ابیہر احمد ابن مرزا قادیانی روزے اکثر سردی میں آئے لیکن مرزا قادیانی نے اکثر روزے رکھے ہی نہیں۔ اس سلسلہ میں نصرت جہاں بیگم زوجہ مرزا قادیانی حقیقت حال کی کھاب کشائی کرتے ہوئے بیان کرتی ہیں۔

● ”جب مسیح موعود کو دورے پڑنے شروع ہوئے تو اس سال آپ نے سارے رمضان کے روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔ دوسرا رمضان آیا تو آپ نے روزے رکھنے شروع کئے مگر آٹھ نو روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ ہوا اس لیے باقی چھوڑ دیے اور فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا تو اس میں آپ نے دس گیارہ روزے رکھے پھر دورہ کی وجہ سے روزے ترک کرنے پڑے اور آپ نے فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا تو آپ کا تیرہواں روزہ تھا کہ مغرب کے قریب آپ کو دورہ پڑا اور آپ نے روزہ توڑ دیا اور باقی روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔

اس کے بعد جتنے رمضان آئے آپ نے سب روزے رکھے مگر وفات سے دو تین سال قبل کمزوری کی وجہ سے روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا فرماتے رہے۔ خاکسار (مرزا ابیہر احمد ابن مرزا قادیانی ناقل) نے دریافت کیا کہ جب آپ نے ابتداً دوروں کے زمانہ میں روزے چھوڑ دیے تو کیا پھر بعد میں ان کو تقاضا کیا؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا نہیں صرف فدیہ ادا کر دیا تھا۔“

روزہ رکھنے سے رخصت کی خاطر کمزوری کا بہانہ جبکہ بقول مرزا ابیہر احمد ابن مرزا قادیانی عام توئی اکثر عمر تک بہت اچھی حالت میں رہے اور آپ کے چلنے پھرنے اور کام کاج کی طاقت میں کسی قسم کی انحطاط کی صورت رونما نہیں ہوئی۔

اب یا تو مرزا قادیانی کی بیوی جھوٹ بول رہی ہے یا بیٹا۔ کیوں کہ بیوی کہتی ہے کہ آخری سالوں میں بوجہ کمزوری روزے نہیں رکھے اور بیٹا کہتا ہے کہ عام توئی آخری عمر تک بہت اچھی حالت میں رہے۔ قرآن بھی بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی روزہ نہ رکھنے کی خاطر کمزوری کا صرف بہانہ ہی کرتا تھا ورنہ چندہ اکٹھا کرنے کی غرض سے دن رات الم لطم کتب کی تصنیف اور دُور دراز شہروں کے دورے تو جاری رہے لیکن روزہ رکھنے کی طاقت نہ تھی۔

قادیانی گروہ کا ماموں ڈاکٹر محمد اسماعیل مہر بھی گھر کا بھیدی تھا اور اکثر اپنے بہنوئی مرزا قادیانی کی ہمراہی میں رہتا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ

● ”ایک دفعہ لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا کہ دل گھٹنے کا دورہ ہوا اور ہاتھ پاؤں

گھٹے ہو گئے۔ اس وقت آفتاب کا وقت غروب قریب تھا مگر آپ نے روزہ توڑ دیا۔“

شریعت نے اگرچہ سفر میں روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے لیکن یہ اجازت نہیں دی کہ کوئی بھی شخص رمضان المبارک کا احترام بھی نہ کرے اور سر عام کافروں کی طرح کھانا پیتا پھرے لیکن مرزا قادیانی جب کبھی سفر کا بہانہ کر کے روزہ نہ رکھتا تو سر عام بلکہ جلسہ عام میں کھلے بندوں کھانا پیتا رہتا۔ ملاحظہ ہو معروف قادیانی مہر عنایت علی شاہ لدھیانوی کی گواہی:

● ”(لیکچر لدھیانہ کے وقت) رمضان کا مہینہ تھا اس لیے بوجہ سفر حضور نے روزہ نہ رکھا تھا۔ اب حضور اقدس نے تین گھنٹے تقریر جو فرمائی تو طبیعت پر ضعف طاری ہوا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے ہاتھ سے دودھ پلایا۔ جس پر تاواقف مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ مرزا رمضان میں دودھ پیتا ہے اور شور کرنا چاہا لیکن چونکہ پولیس کا انتظام اچھا تھا۔ فوراً یہ شور کرنے والے مسلمان وہاں سے نکال دیے گئے۔“

بقول مرزا قادیانی نماز قصر کے لیے سفر شرعی کی مقدار:

● ”میاں خیر الدین سیکھوانی نے مجھ سے بذریعہ تحریر ذکر کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود سے قصر نماز کے متعلق سوال کیا۔ حضور نے فرمایا جس کو تم پنجابی میں ”واٹھھا“ کہتے ہو بس اس میں قصر ہونا چاہیے۔ میں نے عرض کیا ”کیا کوئی میلوں کی بھی شرط ہے؟ فرمایا نہیں بس جس کو تم ”واٹھھا“ کہتے ہو وہی سفر ہے۔ جس میں قصر جائز ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں سیکھواں سے قادیان آتا ہوں کیا اس وقت نماز قصر کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا میاں! بلکہ میرے نزدیک اگر عورت قادیان سے نکل جائے تو وہ بھی قصر کر سکتی ہے۔“

خاکسار (مرزا ابیہر احمد ابن مرزا قادیانی ناقل) عرض کرتا ہے کہ سیکھواں قادیان سے چار میل کے فاصلے پر ہے اور نکل تو شاید ایک میل سے بھی کم ہے۔“

یعنی مرزا قادیانی کے بقول گھر سے پیشاب کرنے کی غرض سے باہر نکلے تو سفر شرعی شروع ہو گیا۔ نماز قصر ہو گئی اور روزے معاف ہو گئے، صرف فدیہ ادا کرنے سے جان چھوٹ گئی کیونکہ بقول مادر ملت قادیانیہ نصرت جہاں بیگم صاحب آپ نے کبھی روزوں کی تقاضا نہیں کی بلکہ فدیہ ادا کرتے تھے۔

مرزا قادیانی روزے تو رکھتا ہی نہ تھا اسی وجہ سے کبھی احکام کی سعادت بھی نصیب نہ ہوئی۔ اس سلسلہ میں بھی مادر ملت قادیان کا بیان ہی ملاحظہ فرمائیں جو اس کے بیٹے نے نقل کیا ہے۔

● ”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ میں نے حضرت مسیح موعود کو احکام پڑھتے نہیں دیکھا۔ خاکسار (مرزا ابیہر احمد ابن مرزا قادیانی ناقل) عرض کرتا ہے کہ میں عبداللہ صاحب سنواری نے بھی مجھ سے یہی بیان کیا ہے۔“

مزید برآں مرزا قادیانی کے سائے اور قادیانی گروہ کے ماسوں ڈاکٹر محمد اسماعیل قادیانی کی گواہی بھی ملاحظہ ہو۔
• ”ڈاکٹر مہر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے ج نہیں کیا، احکاف نہیں کیا، زکوٰۃ نہیں دی، شیعہ نہیں رکھی، میرے سامنے صُلب یعنی گوہ کھانے سے انکار کیا، صدقہ نہیں کھایا، زکوٰۃ نہیں کھائی، صرف نذرانہ اور ہدیہ قبول فرماتے تھے۔“

• ڈاکٹر مہر محمد اسماعیل قادیانی ہی بیان کرتا ہے کہ ”سحری اتنی تاخیر سے کرتے تھے کہ بعض دفعہ کھاتے کھاتے اذان ہو جاتی تھی اور آپ بعض اوقات اذان کے ختم ہونے تک کھانا کھاتے رہتے۔“

• میاں عبداللہ سنوری بیان کرتے ہیں: ”ایک دفعہ کوئی شخص حضرت صاحب کے لیے ایک شیعہ تختہ لایا، وہ شیعہ آپ نے مجھے دے دی اور فرمایا لو اس پر درود شریف پڑھا کرو، وہ شیعہ بہت خوبصورت تھی۔ خاکسار (مرزا بشیر احمد امین مرزا قادیانی) نقل (عرض کرتا ہے کہ شیعہ کے استعمال کو حضرت صاحب عام طور پر پسند نہیں کرتے تھے۔“

ملاحظہ کیا آپ نے کہ مرزا قادیانی روزے رکھنے سے عاری، حج کرنے سے انکاری، احکاف سے فراری، شیعہ سے بے زاری جبکہ نذرانہ و ہدیہ قبول کرنے میں ہوشیاری کا مظاہرہ کرتا تھا۔ اس سلسلہ میں مزید بیشار حوالہ جات موجود ہیں لیکن ﴿تذکرہ عشرۃ کاملہ﴾

﴿نمازیوں کی توجہ ہٹانے والا سزا کا مستحق﴾

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص کوئی چیز لے کر آیا اور اُس کو صف کے آگے ڈال کر خود نماز میں شریک ہو گیا (جیسا کہ آج کل عموماً کیا جاتا ہے) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اُس کو سزا دی کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں ڈال دیا۔ ﴿الاعتصام للشاطبی﴾

اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں کی توجہ ہٹا دینے والا کوئی بھی کام کرنا منع ہے۔

بنگلہ دیشی آئین میں

لفظ ”اللہ“ نکالنے پر ہنگامے

رپورٹ
مسلمان احمد
عباسی

بنگلہ دیش کے اخبارات اور الیکٹرونک میڈیا کا کہنا ہے کہ حکومت کی جانب سے ملک کے دستور میں تہدیلی کا عندیہ دیے جانے پر شروع ہونے والی احتجاجی تحریک میں اب تک سینکڑوں افراد شدید زخمی ہو چکے ہیں۔ وزیراعظم شیخ حسینہ واجد حکومت کی جانب سے ملک کے آئین سے لفظ ”اللہ“ کے نکالے جانے کو عوام الناس، حزب اختلاف اور دیگر مذہبی جماعتوں کی جانب سے موت و حیات کا مسئلہ سمجھا جا رہا ہے۔

دوسری جانب حکمران جماعت کا موقف ہے کہ دستور میں موجود جملے ”اللہ پر مکمل ایمان و اعتماد“ میں لفظ اللہ کے بجائے ”خالق“ استعمال ہونا چاہیے، کیونکہ بنگلہ دیشی دستور اسلامی کے بجائے سیکولر ہے۔

واضح رہے کہ بنگلہ دیش کی موجودہ حکمران جماعت کے علاوہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی بنگلہ دیش نیشنل پارٹی سمیت دیگر تمام سیاسی جماعتیں ملک کے آئین کو اسلامی ہی دیکھنا چاہتی ہیں۔ اس کے برعکس وزیراعظم حسینہ واجد کا استدلال ہے کہ ان کے والد شیخ مجیب الرحمن کی جانب سے بنگلہ دیش کی آزادی کے لیے چلائی جانے والی تحریک کے دوران ملک کے آئین کو سیکولر رکھنے کا متفقہ فیصلہ کیا گیا تھا۔ لیکن شیخ مجیب الرحمن کے قتل کے بعد برسرِ اقتدار آنے والی سیاسی جماعتوں نے آئین کو سیکولر کے بجائے اسلامی بنانے کے اقدامات کئے تھے جو بہر حال غیر آئینی ہیں۔

عالمی ذرائع ابلاغ کا کہنا ہے کہ بیشتر اسلامی ممالک کے برعکس بنگلہ دیشی عوام کی اکثریت کا اسلام اور اسلامی تعلیمات سے گہرا رشتہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کی جانب سے کئے گئے آئین میں تہدیلی کے اعلان کے بعد اپوزیشن جماعتوں کی احتجاجی تحریک میں عوام بھرپور طریقے سے حصہ لے رہے ہیں۔

معروف خبر رساں ایجنسی رائٹر کا کہنا ہے کہ اتوار کے روز شروع ہونے والی درود و ملک گیر ہڑتال انتہائی کامیاب رہی ہے۔ اسے ایف پی کے مطابق پورے روز ہڑتال کے دوسرے دن بھی ملک بھر میں اسکول، کالج، ہسپتال، مراکز اور تمام سرکاری ادارے بند نظر آئے۔ خبر رساں ایجنسی کے مطابق اگرچہ ماضی میں بنگلہ دیش کی مقتدر قوتوں کی جانب سے اسی نوعیت کے دیگر معاملات پر کام کرنے کا عندیہ دیا گیا تھا لیکن اس سے قبل بھی حزب اختلاف اور دیگر سیاسی و مذہبی جماعتوں میں

ایسا اتحاد اور یکجہتی نظر نہیں آتی تھی جیسا کہ آئین سے لفظ "اللہ" نکالنے کی تجویز کے خلاف رد عمل سامنے آیا ہے۔

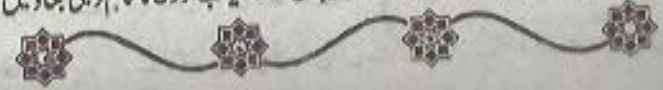
معروف خبر رساں ادارے ایم ایس این بی سی کے مطابق بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ میں ایک اعلیٰ پولیس افسر نظر العالم کا کہنا تھا کہ سرحدیں ہلاک کرنے اور شاہراہوں پر گاڑیوں کو نذر آتش کرنے والے مشتعل احتجاجی عوام سے جھڑپوں کے دوران پولیس کے بھی 10 سپاہی شدید زخمی ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ احتجاجی مظاہرین پر پولیس کے لاشی چارج سے ہڑتال کے پہلے روز 70 اور دوسرے روز 100 افراد زخمی ہوئے تھے۔ لیکن پولیس کی سخت کارروائی کے باوجود مظاہرین سڑکوں پر منتشر ہونے کے لیے تیار نہیں تھے۔

شیخ حسینہ واجد حکومت کی جانب سے ملک کے آئین سے جھڑپ چھڑاؤ کے خلاف چلائی جانے والی احتجاجی تحریک بنگلہ دیش کی 12 اسلامی تنظیموں سمیت اپوزیشن جماعتوں کی حمایت سے چلائی جا رہی ہے۔

واضح رہے کہ وزیراعظم شیخ حسینہ واجد کی جانب سے حال ہی میں اپنی اتحادی جماعتوں کی حمایت سے ایک بل پاس کیا گیا ہے جس کی رو سے ملک کے دستور سے لفظ اللہ کے اخراج کے علاوہ سیکولرازم کو ملک گیر بنیادی اکائی قرار دیا جائے گا۔ تاہم مذکورہ تبدیلی کے لحاظ سے اسلام کو ملک کے مذہب کی حیثیت سے برقرار رکھا جائے گا لیکن سیاسی و عدالتی تنازعات میں سیکولرازم کو ہی بنیاد تصور کیا جائے گا۔

معروف امریکی جریدے واشنگٹن پوسٹ کا کہنا ہے کہ شیخ حسینہ واجد حکومت کی جانب سے ایک طویل عرصے بعد اقتدار میں آنے کے بعد بڑے پیمانے پر آئین میں تبدیلیاں کی جا رہی ہیں۔ دوسری جانب حکومتی اقدامات کے خلاف بنگلہ دیش میں طویل ہڑتالیں معمول بنتی جا رہی ہیں۔ گزشتہ ہفتے مغبوط اپوزیشن جماعت بنگلہ دیش نیشنل پارٹی کی جانب سے 48 گھنٹے طویل ہڑتال کی کال دی گئی جو خاصی کامیاب رہی تھی۔ امریکی اخبار کے مطابق بنگلہ دیشی سیاست میں موجود بائپل کے باوجود حکومت کے لئے ایک اطمینان بخش بات یہ ہے کہ احتجاجی تحریک چلانے والی 12 مذہبی جماعتوں میں سے کسی ایک کی بھی پارلیمنٹ میں نمائندگی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ مذکورہ مذہبی جماعتوں کی کال پر عوام الناس شہری زندگی کا پیرہ تو روک دیتے ہیں لیکن سیاسی طور پر یہ جماعتیں کوئی واضح کردار ادا کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

بنگلہ دیش کی دو بڑی سیاسی جماعتوں کی سربراہ خواتین ہیں۔ عوامی لیگ بنگلہ دیش کی وزیراعظم شیخ حسینہ واجد کی زیر قیادت برسر اقتدار ہے جبکہ بی این پی کی سربراہ خالدہ فیاض ہیں۔ 1971ء میں پاکستان سے الگ ہونے والے ملک بنگلہ دیش کو اگرچہ جمہوری قرار دیا جاتا رہا ہے لیکن اس عرصے میں یہاں 2 کامیاب اور 9 ناکام فوجی بغاوتیں ہوئی ہیں۔



ایک عجیب و غریب ڈھانچہ جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔ یہ ایک عجیب و غریب ڈھانچہ ہے جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔



ایک عجیب و غریب ڈھانچہ جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔ یہ ایک عجیب و غریب ڈھانچہ ہے جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔



ایک عجیب و غریب ڈھانچہ جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔ یہ ایک عجیب و غریب ڈھانچہ ہے جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔



ایک عجیب و غریب ڈھانچہ جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔ یہ ایک عجیب و غریب ڈھانچہ ہے جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔



ایک عجیب و غریب ڈھانچہ جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔ یہ ایک عجیب و غریب ڈھانچہ ہے جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔



ایک عجیب و غریب ڈھانچہ جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔ یہ ایک عجیب و غریب ڈھانچہ ہے جس کی بنیادیں مسیحی عہد کے ہیں۔





وہ ایک عمدہ چار آں کریم (سید مصطفیٰ) کی سب سے بڑی آیت تھیں۔
 ان کو سید صاحبین علیہ السلام نے حضرت پیر اگلہ میں چار آں کریم کی پہلی آیت میں لکھا۔



تاریخ کی قدر تمام تصویروں پر نگاہ ڈالی جس میں قدرتی طور پر غیر متحرک کی شکل اختیار کر گئی تھی۔
تاریخ کا نقشہ ہر واقعہ پر چھ لکھ کر ان کے نام سے منسوب ہے۔



تاریخی تصدیق و حجت کا یہی سوال ہے کہ 3 میلہ اور چاروں طرف کے تمام کھیتوں کو چھوڑ دینا ہے
 تو 230 میلہ سب سے زیادہ آبی آگے بھیج کر اسے کوئٹہ پہنچا دیتے ہیں۔ اس میں صرف
 ایک تھوڑی سی بجلی ہے جس میں ایک آبی چکر کر کے لگا کر اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔



فہرست کے تحت درج کردہ تمام کتابوں کی کاپیاں ملحقہ ہو کر
 آپ کے پاس پہنچائی جائیں گی۔



ماہر اسے بھی کہہ کر اس کا کلام سنا اور پھر یہ عرض کی کہ اسے سب سے پہلے اپنے وقت گزارنے کے لئے کہہ دے تاکہ سوئی کی حالت سے پہلے وہ اکیس سو چھ گھنٹہ اور پھر تین چار گھنٹہ گزار سکا۔



نقلیہ (مارو) کے نزدیک ساہیوالہ میں مسجد امام علیؑ آباد ہے۔
مارو مسجد امام علیؑ شمال مشرق میں اور کٹرہ سے تقریباً 4 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔